OCTOBER-2025 Rs. 30/-

ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ اکتوبر ۲۰۲۵ء

گیارھویں شریف مبارک ہو

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

وفات کے بعد

سیدنا غوث اعظم ! بحیثیت فقیہ

اعراس بزرگان دین کی شرعی حیثیت

تعلیمات غوث اعظم کی عصری جہات

تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت

سرکار غوث اعظم کی دینی وملی خدمات

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت شارع ومقنن

حیات غوث اعظم ! امت کے لئے مشعل راہ

حضور شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے مواعظ حسنہ

تعلیمات غوث اعظم ! ان کے ملفوظات کی روشنی میں

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیة جامعة الرضا بریلی شریف یو پی، ھند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 5020000472
IFSC Code : HDFC000

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ — اکتوبر ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۱۰ — Issue No. 10

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	تعلیمات غوث اعظم !ان کے ملفوظات کی روشنی میں	مفتی مشتاق احمد امجدی	۵
اسلامیات	پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت شارع ومقنن	مفتی محمد عطاء النبی حسینی مصباحی	۱۰
☜	اعراس بزرگان دین کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر فیض احمد چشتی	۱۸
☜	علم کی اہمیت وافادیت	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۲۲
احوال قوم وملت	وفات کے بعد	مولانا خلیل احمد فیضانی	۲۸
اسلاف واخلاف	تعلیمات غوث اعظم کی عصری جہات	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۳۱
☜	تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت	غلام مصطفیٰ رضوی	۳۵
☜	حیات غوث اعظم !امت کے لئے مشعل راہ	مولانا قمر انجم قادری	۳۷
☜	سرکار غوث اعظم کی دینی وملی خدمات	حافظ افتخار احمد قادری	۴۱
☜	سیدنا غوث اعظم !بحیثیت فقیہ	حافظ تحسین رضا قادری	۴۴
☜	حضور شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی مواعظ حسنہ	مولانا طفیل احمد مصباحی	۴۶
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۵۰
منظومات	خدا کے فضل سے ہوں امتی شہ کا مقدر سے	مولانا مدثر حسین اشرفی	۵۱
☜	محبت کا دریا بہاتا ہے قرآں	محمد عرفان رضا قادری	۵۱
☜	محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے	سید خادم رسول عینی	۵۱
☜	پلا مجھ کو جام لقا غوث اعظم	قاری نعیم الدین قادری	۵۲
☜	آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث	محمد فرقان فیضی	۵۲
خیر وخبر	طلبائے جامعۃ الرضا کی قلمی سرگرمیاں	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۵۳

مہمان اداریہ

از: مفتی مشتاق احمد امجدی *

تعلیمات غوث اعظم! ان کے ملفوظات کی روشنی میں

اسلام اللہ عزوجل کا سب سے محبوب و پسندیدہ دین و مذہب ہے، وہی اس دین کا محافظ ونگہبان اور ناصر و مددگار رہے، اس نے اس دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے انبیا و مرسلین کی جماعت کو بھیجا اور ان سب کے آخر میں اپنے مقدس و برگزیدہ رسول امام الانبیا، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ اور روشن تعلیمات سے کفار مکہ جیسے سنگ دل انسانوں کے قلوب میں اسلام کی محبت کا ایسا چراغ روشن فرمایا کہ سب کے دل نور اسلام سے جگمگانے لگے، حاسدین و معاندین اہل عرب اور اشرار بداطوار یہود و نصاریٰ نے اسلام کی شمع فروزاں کو گل کرنے کی لاکھ کوشش وجتن کی مگر ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے صاف وشفاف دامن کو داغ دار اور رخ تاباں کو بدنما کرنے کی سازش رچی گئی تو رب تعالیٰ نے اسے مزید نکھار و تابانی اور تقویت عطا فرمائی، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گا

اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی نصرت وحمایت کا یہ محبوب سلسلہ زمانہ خیر القرون سے زمانہ صحابہ اور تابعین تک پوری آب و تاب کے ساتھ چلتا رہا اور اس وقت سے لے کر اب تک چلا آرہا ہے اور یہ مبارک سلسلہ صبح قیامت تک جاری و ساری رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چھٹی صدی ہجری میں جن عظیم وجلیل ہستیوں اور پاکباز و فرشتہ صفت بزرگوں نے دین کی تجدید و احیا، تبلیغ و اشاعت اور فروغ و ارتقا میں نمایاں کردار اور ممتاز خدمات انجام دی ہیں، جن کی انتھک کوششوں اور جانکاہ محنتوں سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور اسے پھلنے پھولنے کا حسین موقع ملا ان میں سیدنا سرکار محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی سرفہرست نظر آتا ہے۔

آپ حنبلی المسلک ایک عظیم صوفی بزرگ اور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں، آپ ظاہری فضل و کمال اور باطنی فہم و فراست کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات بے شمار انعامات خداوندی اور بے حساب نوازشات الٰہیہ سے عبارت تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک داعی دین و مبلغ اسلام کے اندر جس قدر خوبیاں درکار ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا یہی وجہ ہے آپ کے اقران و معاصرین مشائخ طریقت، صلحات امت اور امنائے ملت آپ کے وہبی محاسن و کمالات اور خداداد منازل و مراتب کا کھلے دل سے معترف تھے بلکہ آپ کے حاسدین و معاندین بھی آپ کی عظمت و رفعت کے گن گایا کرتے تھے، سچ ہے ''والفضل ماشهدت به الاعداء''

آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین متین کی خدمت اور بندگان خدا کی رشد و ہدایت میں صرف ہوا، اگر آپ کی سیرت و سوانح کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہر قاری پر یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آپ کی پاکیزہ حیات کا گوشہ گوشہ خدمت دین، اشاعت

* مضمون نگار ازہری دارالافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

دین اور تبلیغ دین کے نور سے منور و مجلیٰ ہے۔

آپ نے پوری زندگی اسلام کی روشن تعلیمات کے ذریعہ فسق و فجور کے دل دادہ، ظلم و بربریت کے گرویدہ، اپنے خالق و مالک کی نافرمانی و ناشکری میں زندگی بسر کرنے والوں اور اسلامی احکام و مسائل سے ناواقف بندوں کو نیکیوں کا خوگر، عدل و انصاف کا پیکر، صبر و شکر کا عادی، اسلامی احکام و مسائل کا عامل اور دنیاوی مال و متاع اور فانی جاہ و حشمت کی چاہت و محبت میں چُور لوگوں کو محبت خدا اور عشق مصطفی کا ایسا علمبردار بنایا کہ ہر طرف سنتوں کی بہاریں نظر آنے لگیں، ہر سو آپسی بھائی چارہ کا پرچار ہونے لگا اور ہر چہار جانب اخوت و مساوات اور عدل و انصاف کا پھریرا لہرانے لگا، غرض کہ آپ کی تعلیمات اور اصلاحات بندگان خدا کے لیے دنیا و آخرت میں صلاح و فلاح اور نجات کا ضامن و سبب ہیں۔

ذیل میں آپ کی گراں قدر تعلیمات پر مشتمل چند ملفوظات شریفہ اور فرمودات عالیہ نقل کر رہا ہوں جو یقیناً لائق عمل اور قابل اعتنا ہیں، جن سے اہل ایمان کے ظاہری احوال کی درستگی اور باطنی کیفیت میں بالیدگی پیدا ہوگی، دلوں کو سرور، نگاہوں کو نور اور سینوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

اللہ کی اطاعت و فرمابرداری کی تعلیم

اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے احکام کی اتباع و پیروی ہی ایک بندۂ مومن کی کامیاب زندگی کا اصل راس المال اور حقیقی پونجی ہے، اس کے بغیر دنیا و آخرت دونوں جہان میں اس کے لیے تاریکی ہی تاریکی اور ناکامی ہی ناکامی ہے، رب تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا درس دیتے ہوئے ایک مقام پر سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی ارشاد فرماتے ہیں:

''اطاعت خداوندی ہی تیری عادت اور مرکز و محور ہونا چاہیے، بس تیرا شعار، عادات و اطوار، مطلوب و مقصود، تمنا و آرزو، اللہ کی خوشنودی اور اللہ کی عبادت گذاری قرار پائے، اس سے ہر مراد بر آئے گی اور تو جس مقام پر فائز ہونا چاہے گا فائز ہوگا، ہر بھلائی تک پہنچنے کا یہی زینہ ہے، ہر نعمت ہر خوشی اور ہر گرانمایہ چیز کے حصول کا راستہ ہے۔'' [آداب سلوک مترجم، ۸۷]

امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کی تعلیم

ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد ایک بندۂ مومن کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کے اوامر کا امتثال اور اس کے نواہی سے اجتناب کرے یعنی اللہ عز وجل نے جن جن باتوں کا حکم دیا ہے انہیں بجالائے اور جن جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز آجائے، یہی دونوں امور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے اہم راستے ہیں، چناں چہ سیدنا غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ارکان خمسہ (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ) پر عمل پیرا ہونے اور تمام گناہوں سے بچنے سے بڑا اور محبوب عند اللہ اور کوئی دوسرا عمل نہیں، یہی سب سے بڑے شرف و کرامت کے حامل اعمال ہیں، یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا سب سے اہم ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جو اسے پسند ہیں اور جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔'' [مرجع سابق]

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''مومن کو چاہیے کہ پہلے وہ فرائض کی ادائے گی میں مشغول ہو، جب فرائض کی ادائے گی سے سبکدوش ہوجائے تو پھر نوافل اور مستحبات کی فکر کرلے، جب تک اس پر عائد فرائض کی ادائے مکمل نہیں ہوتی، اس کا سنن میں مشغول ہونا حماقت و رعونت ہے اگر وہ فرائض کو چھوڑ کر سنن و نوافل میں مشغول ہوا تو یہ بھی مقبول نہیں ہوں گے اور اس کی اہانت ہوگی، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کا حکم دیتا ہے اور وہ شخص بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کے غلام کی خدمت میں جٹ جاتا ہے، یقیناً بادشاہ اس

سے ناراض ہوگا کیوں کہ اس نے اس کے خادم اور زیر دست کی خدمت کو ترجیح دی۔‘‘ [آداب سلوک مترجم، ص ۱۵۴]

زہد وورع اختیار کرنے کی تعلیم

صحیح بات یہ ہے کہ زہد وورع اور خوف خدا ورسول ہی امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کے لیے برانگیختہ کرنے کے اہم ذرائع اور مضبوط اسباب ہیں، بندہ جس قدر خوف خدا کی دولت سے مالا مال ہوگا وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے مامورات کو بجالائے گا، منہیات سے دور رہے گا اور ایسا ہی صاحب ایمان بندہ اخروی انعامات ونوازشات کا سزاوار اور دنیا وآخرت کے خسران وہلاکت سے محفوظ ہوگا، چناں چہ شہباز ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی زہد وتقویٰ کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

’’زہد وتقویٰ اختیار کرو ورنہ ہلاکت کا پھندا تیری گردن میں ہوگا اور تو اس سے کبھی نجات نہیں پا سکے گا، ہاں اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمائے تو الگ بات ہے، نبی کریم کی حدیث ہے کہ دین کا مدار زہد وورع ہے اور اس کی ہلاکت لالچ ہے، بلاشبہ جو چراہ گاہ کے ارد گرد گھومتا ہے کسی وقت بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے، کھیتی کے کنارے چرنے والے جانور کی مانند، قریب ہے کہ اس کا منہ اس تک پہنچ جائے ممکن نہیں کہ کھیتی اس سے محفوظ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس میں سے نو چیزیں اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ستر مباح دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھیں‘‘ [آداب السلوک، ص ۱۲۱]

صبر وشکیب کی تعلیم

ایک مومن کامل کی بندگی کی معراج اور عروج وترقی کا راز یہ ہے کہ من جانب اللہ پہنچنے والی ہر مصیبت وتکلیف پر صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے، راضی برضائے الٰہی کا پیکر بنا رہے، ہرگز ہرگز زبان پر شکوہ وشکایت کا ایک حرف بھی نہ لائے ورنہ یہی اس کے زوال وبربادی کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی وغضب ناکی کا پیش خیمہ اور محرومی برکات کا ذریعہ بن جائے گا، چناں چہ سیدنا غوث اعظم جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

’’کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اکثر کہتا ہے: میں کون سا عمل کروں اور کون سا حیلہ اختیار کروں کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، پس تجھے کہا جاتا ہے کہ اپنی جگہ ٹھہر جا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ کہ اس ذات کی طرف سے کشائش کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوجاتی جس نے تجھے ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے، رب قدوس کا ارشاد ہے: یاأیها الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون۔ [آل عمران: ۲۰۰] اے بندۂ مومن! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تجھے صبر کا حکم دیا پھر ثابت قدمی کا، پھر خدمت دین میں کمر بستہ رہنے کا، پھر ہمیشہ نیکی پر اور صبر پر کاربند رہنے کا اور اس کی حفاظت کرنے کا پھر اس کے بعد تنبیہ کی کہ صبر کو ترک نہیں کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکال کر باہر نہ کرنا کیوں کہ بھلائی اور سلامتی صبر میں ہے، تو صبر کی وجہ سے متوکلین میں سے ہوجائے گا، تیرے تمام مصائب زائل ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیے گئے کفایت کے وعدہ کو پورا فرمائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے [طلاق: ۳] صبر دنیا وآخرت میں بھلائی اور سلامتی کی بنیاد ہے، اسی کی دولت سے بندۂ مومن حالت تسلیم ورضا تک ترقی کرتا ہے، پھر بتدریج اسے ظاہر وغیب میں فنا فی اللہ کا مقام نصیب ہوتا ہے، خبردار صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، ورنہ دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوجائے گا اور دارین کی بھلائی سے محروم ہوجائے گا۔‘‘ [ایضا، ۱۰۶ تا ۱۰۸]

شکر اور احسان شناشی کی تعلیم

جس طرح مصائب وآلام اور رنج وغم میں صبر اختیار کرنا اور راضی برضائے الٰہی رہنا ایک عظیم خوبی ہے یوں ہی اللہ جلا وعلا کی طرف سے انعام واکرام سے نوازے جانے پر اس کی قدر کرنا اور معطی حقیقی کا احسان ماننا بڑے کمال کی بات ہے، اسی کو شکر جیسے الفاظ سے تعبیر

کیا جاتا ہے، شکر وہ عظیم دولت ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مزید نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور ناشکری و ناقدری اور احسان فراموشی پر رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس سے موجودہ نعمتوں سے محروم فرما کر طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے، رب تعالیٰ کا کھلا اعلان ہے: لان شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید۔ یعنی اگر تم میرا شکر مانو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے، سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی شکر اور اس کے طریقوں کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر حالت نعمت میں ہے تو تجھ سے شکر کا مطالبہ کیا جائے گا اور شکر زبان، دل اور اعضاے جسمانی کے ذریعے کیا جاتا ہے، شکر لسانی یہ ہے کہ انسان نعمتوں کا اعتراف کرے اور انہیں اللہ کی عطا یقین کرے، مخلوق کی طرف ان کی نسبت نہ کرے، نہ ہی اپنے نفس، اپنی قوت وطاقت اپنے کسب وکمال کا نتیجہ سمجھے، اور نہ ہی ان لوگوں کی عطا خیال کرے جن کے ہاتھوں یہ نعمت اسے پہنچ رہی ہے کیوں کہ تیری اور ان کی حیثیت اسباب وآلات کی ہے اور ان کا قاسم، جاری کرنے والا، موجد، فاعل اور سبب اللہ عزوجل ہے اور جب قاسم۔ جاری کرنے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے تو وہی مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس غلام کو نہ دیکھ جو تحفہ اٹھا کر لا رہا ہے بلکہ مالک کو دیکھ جس کے حکم اور عطا سے یہ تحفہ تجھے مل رہا ہے، دوسرا شکر قلبی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ یہ اعتقاد کامل اور نہ زائل ہونے والا یقین رکھنے کے سبب ظاہری و باطنی نعمتیں، منافع اور حرکات وسکنات میں پوشیدہ لذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی غیر کی طرف سے نہیں، شکر لسانی شکر قلبی کی تعبیر ہوتی ہے، تیسری صورت ہے شکر بالجوارح کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاے جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں استعمال کیا جائے اور اس کی رضا کے مطابق انہیں حرکت دی جائے، ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جس میں مخلوق کی فرماں برداری اور خالق کی نافرمانی ہو، یہ چیز نفس، خواہش، ارادہ، تمناؤں اور تمام مخلوق کو عام ہے، اللہ عزوجل کی اطاعت وفرماں برداری کو اصل، قابل اتباع اور رہنما بنالے اور باقی ہر چیز کو فرع، تابع اور تقلید کنندہ سمجھ، اگر اس کے الٹ کیا تو ظالم، ستم شعار، اللہ کا نافرمان مخلوق کے حکم کے تابع اور نیک لوگوں کی رہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے والا ٹھہرے گا، ہر حالت کا حق ادا کر، مصیبت پر صبر کر اور نعمت پر شکر بجالا۔'' [حوالہ سابق، ۱۷۴]

تواضع کی تعلیم

تواضع ایک عظیم ایمانی صفت ہے، بندہ جس قدر متواضع اور خاکسار ہوگا وہ اسی قدر اللہ عزوجل کے نزدیک بلند وبالا مقام پر فائز ہوگا، حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو اللہ کے لیے جتنا جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی بلند کر دیتا ہے، بندۂ مومن اس وصف ایمانی کو اپناتے ہی کبر ونخوت، عجب وتکبر، غیبت وچغل خوری، دجل وفریب سے کوسوں دور ہو جاتا ہے نیز اس قسم کی تمام قلبی امراض، باطنی بیماریوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہو کر نیکیوں کا خوگر، اعمال صالحہ کا پیکر اور کار خیر کا منبع ومصدر بن جاتا ہے، تواضع کی حقیقت، اس کی قدر ومنزلت اور اسے اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں حضور غوث پاک قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تواضع یہ ہے کہ جس انسان سے ملے اسے اپنے آپ سے بہتر خیال کرے اور کہے کہ ہوسکتا ہے وہ عند اللہ مجھ سے بہتر اور بلند درجہ ہو، اگر چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، حالاں کہ میں نے گناہ کیے ہیں، لہذا بلاشبہ وہ اس لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے، اگر بڑا ہے تو کہے اس نے مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے، اگر عالم ہو تو کہے کہ اسے وہ نعمت دی گئی ہے جس سے میں محروم ہوں اور جو دولت اسے میسر ہے مجھے حاصل نہیں اور جو وہ جانتا ہے میں اس سے جاہل ہوں، وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اگر جاہل ہے تو کہے اس نے جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جب کہ میں نے جانتے بوجھتے گناہ کیا، اور میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں کا خاتمہ کس پر ہوگا، اگر ملنے والا کافر ہو تو کہے کہ کیا خبر کل کو وہ اسلام قبول کر لے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے

کہ میں کفر کر بیٹھوں اور میری موت برائی پر آئے، تواضع شفقت اور مہربانی کا دروازہ ہے، یہ بہترین خصلت ہے جسے انسان اختیار کر سکتا ہے اور اسی کا اثر ہمیشہ دیر پا ثابت ہوتا ہے، جب بندہ اس خصلت کو اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے آفاتِ نفسانی سے بچا لیتا ہے اور اسے اس بلند مرتبے تک پہنچا دیتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کرتا ہے، اس کا شمار خاصانِ بارگاہ اور محبوبانِ پروردگار میں ہونے لگتا ہے اور وہ دشمنِ خدا ابلیس لعین کا سخت ترین دشمن بن جاتا ہے یہی رحمت کا دروازہ ہے، اس کے علاوہ انسان کی زبان دوسروں کی غیبت اور لایعنی باتوں سے رک جاتی ہے، بس کوئی عمل تواضع کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا، تواضع دل سے کبر ونخوت، بغض وکینہ اور دوسری تمام برائیوں کو نکال دیتی ہے، جلوت وخلوت یکساں بن جاتی ہے، ظاہر وباطن ایک اور قلب وزبان میں یکسانیت آجاتی ہے، انسان خلق خدا کی بھلائی چاہنے لگتا ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا ہے۔'' [مرجع سابق، ۲۲۰]

حسد سے دور ونفور رہنے کی تعلیم

حسد ایک انتہائی سخت مہلک ومضر باطنی مرض ہے جو انسان کی نیکیوں کو ضائع وبرباد کر دیتا ہے، اس کے ارتکاب سے بندہ رب تعالیٰ کی نعمتوں سے ہاتھ دھو کر اس کے سخت عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے، حسد جیسے مہلک بیماری کی شناعت سے باخبر کرتے ہوئے اور اس سے اجتناب کی سخت تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں آپ نے فرمایا:

''اے بندۂ مومن تو اپنے پڑوسی سے اس کے کھانے پینے، لباس، عورت، گھر، دولت وثروت اور مولا کی دی گئی دوسری نعمتوں کی وجہ سے کیوں حسد کرتا ہے، اللہ کریم نے اس پر اپنا فضل وکرم فرمایا تو اس سے کیوں جلتا ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ حسد تیرے ایمان کو کمزور کر دے گا اور پروردگار کی نگاہ میں تجھے گرا دے گا اور وہ کریم تجھ سے ناراض ہو جائے گا۔'' [آداب سلوک، ۱۳۰]

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے یہ وہ مبارک ملفوظات وفرمودات ہیں جو اسلام کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات پر مشتمل ہیں، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت کا دعویٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ہم ان کی روشن تعلیمات کو نہ اپنائیں، یہ وقت وحالات کا سخت تقاضا ہے کہ آپ کا نام لینے اور آپ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کو اپنا کر ایک روشن اور مثالی زندگی گزارنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ص ۲۱ر کا بقیہ

چڑھانے کی بھی منت مانی جاتی ہے، مزارات پر سجدے کرتے ہیں، مزار کے قریب میلہ لگایا جاتا ہے، مزامیر کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے تو یہ تمام امور بدعت سیئہ قبیحہ ہیں۔

علمائے اہل سنت ان سے بری اور بیزار ہیں، یہ صرف جہلا کا عمل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ عُرس کا مسئلہ قرآن وحدیث، صحابۂ کرام اور صالحین کے عمل سے واضح ہو چکا ہے اور ہماری مُراد بھی وہی عُرس ہیں جو شریعت مطہرہ کے مطابق منائے جاتے ہیں، ہاں غیر شرعی اُمور تو وہ ہر جگہ ناجائز ہیں اور یہ ناجائز کام عُرس کے علاوہ بھی ہوں تو ناجائز ہیں، شرعی احکام کی معمولی سی سمجھ رکھنے والا کوئی مسلمان انہیں جائز نہیں کہہ سکتا، ان خرافات سے بہر حال دور رہنا چاہیے، کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں جبکہ ذبح کرتے وقت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، کیونکہ اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا لیکن کوئی مسلمان اس طرح نہیں کرتا، ہمارے یہاں لوگ عموماً جانور خریدتے یا پالتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ یہ گیارہویں شریف کا بکرا ہے یا فلاں بزرگ کا بکرا ہے یا گائے ہے جسے بعد میں اس موقع پر ذبح کر دیا جاتا ہے اور ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا جاتا ہے اور اس ذبح سے مقصود اس بزرگ کے لئے ایصالِ ثواب ہی ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔

اسلامیات

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت شارع و مقنن

از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی*

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل، خصائص اور شمائل لاتعداد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع المعجزات اور جوامع الکلم جیسے عظیم کمالات کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ انبیاء، خاتم النبیین اور افضل البشر جیسی اعلیٰ صفات کے حامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور سیرت کو ہر لحاظ سے جامع اور ہمہ گیر بنایا گیا تاکہ انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہدایت اور کامل نمونہ ثابت ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف حیثیات میں سے ایک اہم ترین حیثیت ''شارع اور مقنن'' کی ہے، اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شارع و مقنن ہونا ایک قطعی اور مسلمہ حقیقت ہے جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

''فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا- (قرآن کریم، سورۃ النساء، آیت: 65) ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔''

مزید ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محلل اور محرم بھی قرار دیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ٘-يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْؕ-فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ- (قرآن کریم، سورۃ الاعراف، آیت: 158) ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اُتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔''

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت سے متعلق مختلف حیثیتوں کا تعین ہوتا ہے۔ ان میں سب سے اہم حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایسے شارع و مقنن ہونے کی ہے جس کا فیصلہ قطعی اور یقینی ہے جسے نہ صرف تسلیم کرنا ہوگا بلکہ اس کے قبول و انکار پر ایمان کا دارومدار ہے۔ فیصلہ کو قبول بھی اس طرح کرنا ہوگا کہ دل میں کسی قسم کا انقباض اور تنگی بھی محسوس نہ ہو بلکہ پوری خوش دلی اور انشراح صدر کے ساتھ قانون و فیصلہ کو تسلیم کرے، نیز یہ بھی واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شارع و مقنن ہونے کی حیثیت کو برائے تقریبِ فہم دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخصوص افراد کے لیے کسی قانون میں تبدیلی کی اور وہ تبدیلیِ قانون اسی فرد تک خاص رہی۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از سر نو قانون سازی فرمائی، خواہ اس لیے کہ اس تعلق سے کوئی واضح قانون نہ تھا یا قدیم قانون کو تبدیل کر کے جدید قانون معرض وجود میں لایا، ذیل میں ہر ایک کی

* مضمون نگار سہ ماہی ''سنی پیغام'' نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

تفصیل پیش کی جاتی ہے:

پہلی قسم کی مثالیں

روزہ کے کفارہ میں نیا قانون

کتب احادیث اور کتب فقہ میں بالکل واضح طور پر یہ مسئلہ موجود ہے کہ دوران روزہ کسی نے جماع کیا تو اس پر تین میں سے کوئی ایک کفارہ لازم ہے، ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو ماہ روزہ رکھے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی رسول کے لیے نیا قانون کفارہ بنایا، اس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ کریں، آپ فرماتے ہیں:

”بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكْتُ، قَالَ:مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟قَالَ:لَا،قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ، أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ، قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ؟فَقَالَ:أَنَا، قَالَ: خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ،فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔ (صحیح البخاری، تاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان الخ، ح:1936) یعنی کہ جس وقت ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں روزہ میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پھر نبی معظم ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی ﷺ کے پاس کھجور کی چھال کا بنا ہوا بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں اور غرق کا معنی تھیلا ہے، آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں! آپ ﷺ نے کہا: یہ کھجوریں لو اور ان کو صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان اس کی مراد مدینہ کے دو کنارے تھے میرے گھر والوں سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی گھر والا نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر فرمایا: تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو (یہی تمہارا کفارہ ہے)

مذکورہ حدیث پاک پڑھیے اور دیکھیے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کے لیے قانون شرع میں ایک نیا قانون کا اضافہ فرمایا اگر چہ یہ قانون صرف متعلقہ صحابی تک محصور رہا۔

ایک شخص دو گواہوں کے برابر

اسلام نے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کیں، قرآن کریم میں ہے:

”وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: 282) ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو۔“

لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کے لیے نیا قانون پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں کی گواہی دو کے برابر ہے، حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”أَنَّ عَمَّهُ حَدَّثَهُ، وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أَعْرَابِيٍّ، فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ، فَأَسْرَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشْيَ وَأَبْطَأَ الْأَعْرَابِيُّ، فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الْأَعْرَابِيَّ فَيُسَاوِمُونَهُ بِالْفَرَسِ، وَلَا يَشْعُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَهُ، فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هَذَا الْفَرَسِ وَإِلَّا بِعْتُهُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِينَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ، فَقَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ:لَاوَاللَّهِ مَا بِعْتُكَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلَى، قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ، فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ يَقُولُ: هَلُمَّ شَهِيدًا، فَقَالَ خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُزَيْمَةَ، فَقَالَ: بِمَ تَشْهَدُ؟، فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ۔ (سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب اذا علم الحاکم صدق الشاھد الواحد یجوز لہ ان یحکم، حدیث: ۳۶۰۷) یعنی میرے (حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہما کے) چچا صحابی رسول ﷺ نے بیان فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، آپ اسے اپنے ساتھ لے آئے تا کہ گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں، آپ ﷺ جلدی جلدی چلنے لگے، دیہاتی نے تاخیر کر دی، پس کچھ لوگ دیہاتی کے پاس آنا شروع ہوئے اور گھوڑے کا مول بھاؤ کرنے لگے اور وہ لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے خرید لیا ہے، چناں چہ دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ و پکارا اور کہا: اگر آپ اسے خریدتے ہیں تو خرید لیجیے ورنہ میں نے اسے بیچ دیا، دیہاتی کی آواز سن کر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”کیا میں تجھ سے اس گھوڑے کو خرید نہیں چکا؟“ دیہاتی نے کہا: نہیں، قسم اللہ کی، میں نے اسے آپ سے فروخت نہیں کیا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟ میں اسے تم سے خرید چکا ہوں“ پھر دیہاتی یہ کہنے لگا کہ گواہ پیش کیجئے، تو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اسے نبی اکرم ﷺ کو فروخت کر چکے ہو، نبی اکرم ﷺ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟“ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کی تصدیق کی وجہ سے، اللہ کے رسول! تو رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔“

اس حدیث پاک میں دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ نے قانون جدید بتاتے ہوئے تنہا حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی قرار دیا۔

سال بھر سے کم عمر بکری کی قربانی

یہ مسئلہ بھی حدیث کی کتابوں اور عامہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ قربانی کے جانوروں میں بکری کی عمر کم از کم سال بھر ہونا چاہیے۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ایک صحابی کے لیے اس قانون میں تبدیلی کی اور سال بھر سے کم عمر بکری کی قربانی اس صحابی کے لیے جائز قرار دی۔ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ:" مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ" فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلْتُ، فَقَالَ:" هُوَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ"، قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّتَيْنِ آذْبَحُهَا، قَالَ:" نَعَمْ، ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ"، قَالَ عَامِرٌ: هِيَ خَيْرُ نَسِيكَتَيْهِ۔ (صحیح البخاری، کتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد، ح: ۵۵۶۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کی نماز سے

فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے وہ نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرے۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں تو قربانی کر چکا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جلد بازی کی، انہوں نے عرض کیا: میرے پاس بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہے مگر وہ دو بکریوں سے بھی اچھا ہے، کیا میں اس کو ذبح کردوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کی جگہ کردو اور ہرگز (اتنی عمر کی بکری) تیرے بعد کسی کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ عامر نے بیان کیا کہ یہ ان کی بہترین قربانی تھی۔''

پانچ نمازوں کی بجائے صرف دو نمازیں

مسلمان تو کیا بہت غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور یہی شریعت اسلامیہ کا اصول وقانون ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قانون سازی پر قربان جائیں کہ انہوں نے ایک صحابی کو دن بھر میں صرف دو نماز کا حکم دیا، چناں چہ روایت میں ہے:

''عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، أَنَّهُ " أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ مِنْهُ۔ (مسند احمد ابن حنبل، مسند الانصار، أحاديث رجال من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ح:23079) یعنی ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے کہ (دن بھر میں) صرف دو نمازیں پڑھا کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شرط قبول فرمالی۔''

وفات شوہر کا سوگ صرف تین دن

ایک عورت کا شوہر وفات پاجائے تو شریعت میں اس عورت کے لیے سوگ اور عدت چار ماہ دس دن مقرر ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا۔ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: 234) ترجمہ: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔''

لیکن جب حضرت اسما بن عمیس کے شوہر اول حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے شوہر کی وفات پر سوگ کے لیے قانون جدید پیش کیا اور فرمایا:

''تسلبي ١ ثلاثة أيام، ثم اصنعي ما شئت۔ (كنز العمال، الفرع الثاني: في العدة والاستبراء والتحليل، في العدة، ح:27820) یعنی تین دن سوگ والے کپڑے پہنو پھر جو چاہو (بناؤ سنگار) کرو۔''

قانون وراثت میں نیا قانون

وراثت مذہب اسلام کا وہ انمول اور انوکھا قانون ہے جو دیگر مذاہب میں اس انداز میں نہیں، اسلام نے بیٹیوں کو بھی وراثت میں حصہ عطا فرمایا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ-لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ- فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ-وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ (قرآن کریم، سورۃ النساء، آیت: 12) ترجمہ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔''

مذکورہ آیت بیان کررہی ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے کا ترکہ اس کے ورثا میں تقسیم ہوں گے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کے لیے جدید قانون بیان فرمایا، چناں چہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ (صحیح البخاری، تاب الفرائض، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لانورث ماترکنا صدقۃ، 6730) یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ازواج مطہرات نے

چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، اپنی میراث طلب کرنے کے لیے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا۔ کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے؟''

دوسری قسم کی مثالیں

دوسری قسم نبی کریم ﷺ نے از سر نو قانون سازی فرمائی، خواہ اس لیے کہ اس تعلق سے کوئی واضح قانون نہ تھا یا قدیم قانون کو تبدیل کر کے جدید قانون معرض وجود میں لایا، اس کی چند مثالیں ذیل میں نوکِ قلم کی جاتی ہیں:

وراثت میں جدہ کا حصہ

میت کے ورثا میں دادی اور نانی ہوں تو وراثت میں ان کے لیے حصہ ہے یا نہیں، اس تعلق سے قرآن کریم میں کہیں صراحت نہیں۔ لیکن ان کے لیے وراثت میں حصہ کے لیے قانون سازی نبی کریم ﷺ نے فرمائی اور چھٹا حصہ ان کے لیے مقرر فرمایا اور یہی حصہ قانون وراثت میں جدہ کے لیے ہے، اس تعلق سے ترمذی شریف میں ہے:

''جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، قَالَ: فَقَالَ لَهَا: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَأَعْطَاهَا السُّدُسَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَلَكِنْ هُوَ ذَاكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا.(سنن الترمذی، کتاب الفرائض عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في ميراث الجدة، ح:2101) یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دادی یا نانی میراث سے اپنا حصہ پوچھنے آئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب (قرآن) میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی کچھ نہیں ہے، تم لوٹ جاؤ یہاں تک کہ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھ لوں۔ انہوں نے لوگوں سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا، آپ نے دادی یا نانی کو چھٹا حصہ دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اسی طرح کی بات کہی جیسی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔

چناں چہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے حکم جاری کر دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دوسری دادی (اگر پہلی دادی تھی تو دوسری نانی تھی اور اگر پہلی نانی تھی تو دوسری دادی تھی) میراث سے اپنا حصہ پوچھنے آئی۔ انہوں نے کہا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب (قرآن) میں کچھ نہیں ہے، البتہ وہی چھٹا حصہ ہے، اگر تم دونوں (دادی اور نانی) اجتماعی طور پر وارث ہو تو چھٹا حصہ تم دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور تم میں سے جو منفرد اور اکیلی ہو تو وہ اسی کو ملے گا۔''

مدعی کے ذمہ دلیل

دنیا میں انسان مختلف ذہن و فکر اور مختلف عادت و اخلاق کے حامل ہوتے ہیں، بسا اوقات ان میں کسی چیز کو لے کر اختلاف ہوتا ہے پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کیا جائے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ فیصلہ کس اصول و قانون کی بنیاد پر کیا جائے۔ اس تعلق سے قرآن کریم میں کچھ صراحت نہیں لیکن اس کے متعلق قانون سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو آشنا فرمایا۔ چناں چہ آپ نے قانون بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ، وَلَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينَ

عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔(سنن الکبری للبیہقی، کتاب الدعویٰ والبینات، باب: البینۃ علی المدعي، والیمین علی المدعیٰ علیه، ح:21201) یعنی اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق دے دیا جائے تو بہت سے لوگ دوسروں کے خون اور ان کے اموال پر دعویٰ کرنے لگیں گے لیکن دلیل مدعی پر ہے اور (عدمِ دلیل کی صورت میں) قسم انکار کرنے والے پر ہے۔''

فریقین کے مابین فیصلہ کرنے کا قانون

قاضی کی بارگاہ میں کوئی شخص کسی کے بارے میں مقدمہ لائے تو قاضی کب فیصلہ کرے۔ کتاب اللہ میں اس کی تفصیل نہیں۔ ہاں! نبی کریم ﷺ نے اس تعلق سے قانون سے آگاہ فرمایا۔ چناں چہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی سرگزشت یوں بیان کرتے ہیں:

''قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ، فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ، حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ، فَسَوْفَ تَدْرِي، كَيْفَ تَقْضِي" قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ۔(سنن الترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في القاضي لا يقضي بين الخصمين حتى يسمع كلامهما، ح:1331) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تمہارے پاس دو آدمی فیصلہ کے لیے آئیں تو تم پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو عنقریب تم جان لوگے کہ تم کیسے فیصلہ کرو، علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں برابر فیصلے کرتا رہا۔''

یہ وہ قانون ہے جو صرف اسلام میں نہیں بلکہ اس قانون کی آفاقیت کا اندازہ لگائیں کہ یہ قانون تمام کورٹ اور کچہری میں نافذ العمل ہے۔

عورت عدت وفات شوہر کے گھر میں گزارے

عدتِ وفات کی مدت کیا ہے، اس تعلق سے قرآن کریم نے چار ماہ دس دن بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: 234) ترجمہ: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔''

عدت وفات کی مدت کی صراحت تو ہے لیکن عورت عدت وفات کہاں گزارے، اس تعلق سے قرآن کریم میں صراحت و تفصیل نہیں ملتی۔ اس قانون کو قانون ساز نبی ﷺ نے بیان فرمایا، چناں چہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"نَعَمْ"قَالَتْ: فَخَرَجْتُ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ:" كَيْفَ قُلْتِ؟" فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ:" امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ" قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضَى بِهِ۔(سنن ابی داوٗد، کتاب تفریع أبواب الطلاق، باب في المتوفى عنها تنتقل، ح:2300) یعنی حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا وہ قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیوں کہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہو جانے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیوں کہ انہوں نے مجھے جس مکان

میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں (وہاں چلی جاؤ) "فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (یہ سن کر) میں نکل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا لیا، یا بلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے کہا، (میں آئی) تو دریافت فرمایا: "تم نے کیسے کہا؟" میں نے وہی قصہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنے اسی گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہو جائے، حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے عدت کے چار مہینے دس دن اسی گھر میں پورے کیے، جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔''

قانون رجم برائے زنا

اسلام میں زنا کی سزا دو طرح کی ہے۔(١) کوڑے مارنا (٢) رجم کرنا۔ قرآن کریم میں زنا کی سزا کا بیان ہوا ہے لیکن کوڑے مارنے کا بیان ہوا ہے جب کہ رجم کی سزا کا قرآن کریم میں کہیں بھی صراحت و وضاحت نہیں۔ الکل صراحت کے ساتھ رجم کی سزا کا قانون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ آحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ۔ (صحیح البخاری، کتاب المحاربین، بَابُ الرَّجْمِ بِالْمُصَلَّى، ح: 6820) یعنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا یہاں تک کہ اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا: تو پاگل ہے؟ (یعنی کیا تم دیوانے ہو) انھوں نے کہا: نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، اس لیے ان کو عیدگاہ میں رجم کیا گیا، پھر جب ان کو پتھر سے درد پہنچا تو وہ بھاگے تو ان کو پکڑ لیا گیا پھر ان کو رجم کیا گیا حتی کہ وہ فوت ہو گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے اچھے کلمات فرمائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔''

مسلمان کا وارث مسلمان

مذہب اسلام میں میراث اور وارث کا قانون موجود ہے، جیسا کہ قرآن میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے لیکن کیا مسلمان کا وارث مسلمان ہی ہو سکتا ہے یا کافر بھی ہو سکتا ہے، اس تعلق سے قرآن کریم خاموش ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم کہ متوفی اور میراث پانے والے کا دین ایک ہی ہونا چاہیے، جہاں دینی رشتہ کی اہمیت ثابت کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ مسلمان کا وارث صرف مسلمان ہو سکتا ہے اور مسلمان غیر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ (صحیح مسلم، کِتَابُ الْفَرَائِضِ، باب لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ، ح: 4140) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔''

قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا

اسی طرح قرآن کریم میں بیان کردہ قانون راثت میں یہ صراحت نہیں کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس قانون کو بھی قانون ساز نبی نے بتایا تا کہ کوئی انسان اپنے جرم سے فائدہ

نہ اُٹھائے اور اپنے اس ناجائز فعل کا خمیازہ بھگتے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’أَنّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْقَاتِلُ لَا یَرِثُ۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب: القاتل لا یرث، ح: 2645) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قاتل (مقتول کا) وارث نہیں ہوگا۔

اجتہاد واستنباط مسائل کا قانون

مسائل شرعیہ کا اصل ماخذ قرآن کریم ہے لیکن قرآن کریم سے ہر مسئلہ کا واضح بیان نہیں ہے، اس لیے لامحالہ قرآن، سنت رسول اور اجماع کے علاوہ بھی مسئلہ شرعیہ کا کوئی ماخذ ہے، اس کا واضح بیان بھی سنت نبوی ہی میں موجود ہے، سنن ابی داؤد میں ہے:

’’أَنَّ رَسُولَ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، لَمَّا أَرَادَ أَنْ یَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَی الْیَمَنِ، قَالَ:" کَیْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ؟، قَالَ: أَقْضِي بِکِتَابِ اللَّہِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي کِتَابِ اللَّہِ؟، قَالَ: فَبِسُنَّۃِ رَسُولِ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّۃِ رَسُولِ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي کِتَابِ اللَّہِ؟، قَالَ: أَجْتَہِدُ رَأْیِي وَلَا آلُو، فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدْرَہُ، وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّہِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّہِ لِمَا یُرْضِي رَسُولَ اللَّہِ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیۃ، باب اجتہاد الرأی فی القضاء، 3592) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن (کا گورنر) بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں تم نہ پاسکو؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر سنت رسول اور کتاب اللہ دونوں میں نہ پاسکو تو کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ تھپتھپایا۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی اور خوش کرتی ہے۔‘‘

کثرت کار اور قلت وقت کے سبب نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے شارع ومقنن ہونے پر صرف چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ورنہ اس موضوع پر کثیر مثالیں کتابوں میں دستیاب ہیں، صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ وقت نکال کر مطالعہ کر کے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا جائے، لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

◆◆◆

ص ۳۴ کا بقیہ..........................

اپنے حبیبِ ریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اخلاص سے بھرپور اِطاعت توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکّا باعمل عاشقِ رسول بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دولت عطا فرما، تمام فرائض پوری فرما، آمین یارب العالمین وصلیٰ اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقِ و نورِ عرش، سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا وقرّ أعیُننا محمّدٍ، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وبارَ وسلَّم والحمد للہ ربّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) بہجۃ الأسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص171. (۲) المرجع نفسہ، ذکر وعظہ، ص183-184 (۳) المرجع السابق، ص184. (۴) بہجۃ الاسرار، ذکر علمہ و تسمیہ بعض شیوخہ، ص225، 226. (۵) ذیل طبقات الحنابلہ، إسماعیل بن أبي طاہر بن الزبیر الجیلي، 2/206. (۶) بہجۃ الأسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصّعاً بشيء... إلخ، ص106. (۷) المرجع نفسہ، ص99. (۸) فتوح الغیب، المقالہ 48 فیما ینبغي للمؤمن أن یشتغل بہ، ص113. (۹) پ23، ص: 25. (۱۰) الطبقات البرّ ومنہم أبو صالح سیّدي... إلخ، الجزء1، ص131. (۱۱) قلائد الجواہر، ص29. (۱۲) المرجع نفسہ، ص57. (۱۳) المرجع السابق، ص61.

◆◆◆

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

اعراس بزرگانِ دین کی شرعی حیثیت

کسی بزرگ کی یاد منانے کے لئے اور ان کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے ان کے محبّین و مریدین وغیرہ کا ان کی یومِ وفات پر سالانہ اجتماع ''عُرس'' کہلاتا ہے، بزرگانِ دین اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا عُرس منانے سے مقصود ان کی یاد منانا اور ان کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتا ہے اس لئے ان کے عُرس کا انعقاد کرنا شرعاً جائز و مستحسن اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔

بزرگانِ دین کے اعراس میں ذکر اللہ، نعت خوانی اور قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے علاوہ دیگر نیک کام کر کے ان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے کے دلائل اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں جو لوگ اپنے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ان کے بارے میں ارشاد پاک ہے:

''وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ۔ ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو، جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔'' (سورۃ الحشر، آیت 10)

اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صرف اپنے لیے دعا نہ کرے، سلف کے لیے بھی کرے، دوسرے یہ کہ بزرگان دین خصوصاً صحابہ کرام و اہل بیت کے عرس، ختم، نیاز، فاتحہ اعلی چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لیے دعا ہے۔ (تفسیر نور العرفان) بخاری شریف میں ہے:

''ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ان أمی افتلتت نفسها و أظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها أجر ان تصدقت عنها قال نعم۔ ترجمہ: ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں، تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں، تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ملے گا۔'' (صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 186 مطبوعہ کراچی)

ردالمحتار میں ہے کہ:

''صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بأن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أوصوما أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایة۔ ترجمہ: ہمارے علمانے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے۔ نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کچھ اور! ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔'' (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 3، صفحہ 180، مطبوعہ پشاور)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''بزرگانِ دین کے یومِ وِصال کو عرس اِس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ محبوب سے ملاقات کا دِن ہے دلیل حدیث نم کنومة العروس ہے۔'' (شرح احادیث خیر الانام صفحہ 60 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

عرس بزرگانِ دین اور سماع قوالی سننا جائز ہے بزرگانِ دین عرس مناتے اور سماع سنتے تھے اور اعراس کے دن کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ اُس دن اُن اللہ والوں کا وِصال ہوا۔ (بوادر النوادر صفحہ 400 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

اعراس بزرگانِ دین خلاف شرع نہیں ہیں جس طرح مدارسِ دینیہ میں اسباق کے لیئے گھنٹے مقرر کرنا مباح امر اور جائز ہے اسی

طرح تعین یوم عرس بھی جائز ہے۔ (بوادر النوادر صفحہ نمبر 401 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ علیہما الرّحمہ کے مزارات پر جاتے اور فاتحہ پڑھتے لنگر تقسیم کرتے۔ (ارواحِ ثلاثہ صفحہ 38 حکایت 29 حکیم الامتِ دیوبند علاّمہ اشرف علی تھانوی مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق کراچی)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوتے اور محفل سماع وقوالی۔ (اشرف السوانح جلد اوّل، دوم صفحہ نمبر 226)

مزارات پر حاضری دینا زمانہ قدیم سے مسلمانوں میں رائج ہے بلکہ خود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شُہدائے اُحُد کے مزارات پر برکات لُٹانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سیّدِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شُہدائے اُحُد کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی زیارت القبور، 3/177)

اولیاءاللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر جانا باعثِ برکت اور رفعِ حاجات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بزرگانِ دین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اولیائے کرام کی قبور پر جاتے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجات کیلئے دعا کرتے جیسا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں مقدمۂ ردُّ المحتار میں امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل فرماتے ہیں:

''میں امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعت پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوجاتی ہے۔

(ردالمحتار، مقدمۃ الکتاب، مطلب یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل، 1/135)

جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''الاحقاف صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغربی حصہ کا نام ہے جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا اور قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ ان کا اصل وطن الاحقاف تھا۔ جہاں سے نکل کر وہ گردوپیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔ آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے۔ موجودہ شہر سے تقریباً 152 میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضرت موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام سے ہی مشہور ہے۔ ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ الاحقاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمندر رکھنے والی طاقت ور قوم آباد ہوگی۔ اغلب یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب وہوا کی تبدیلی نے اسے ریگ زار بنا دیا ہوگا۔

آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک لق ودق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی بھی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔ 1843ء میں بویریا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارہ پر پہنچ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت موت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہوکر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فیٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گرجائے تو وہ ریت میں غرق ہوتی چلی جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہوجاتی ہے۔ عرب کے بدو اس علاقہ سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لیے راضی نہیں ہوتے، ایک موقع پر جب بدو اسے وہاں لے جانے پر راضی نہ ہوئے تو وہ اکیلا وہاں گیا، اس کا بیان ہے کہ یہاں کی ریت بالکل سفوف کی طرح ہے، میں دور سے ایک شاقول اس میں

پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور اس رسی کا سرا جل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا، مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: Arabia And The Isles Harold ingrams,London,1946۔'' (تفہیم القرآن، ج 4، ص 615، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، مارچ 1983ء)

سید ابوالاعلی مودودی کے اس اقتباس سے جہاں الاحقاف کی تاریخی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے، وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ نبیوں اور مقدس اور برگزیدہ بندوں کا عرس منانا صرف اہل سنت بریلی مکتبہ فکر کی اختراع نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان بزرگوں کا عرس مناتے ہیں، عرس کی معنوی اصل یہ ہے، امام محمد بن عمر الواقد متوفی 2074ھ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے، جب آپ گھاٹی میں داخل ہوتے تو یہ آواز بلند فرماتے: السلام علیکم، کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔'' (کتاب المغازی، ج 1، ص 313، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، 1404ھ، دلائل النبوۃ، ج 3، ص 308، مطبوعہ بیروت، شرح الصدور، ص 210، دار الکتب العلمیہ، بیروت 404۔ درمنثور، ج 4، ص 568، مصنف عبدالرزاق، 573 (قدیم) رقم الحدیث (جدید) (6745)

اور عرس کی لفظی اصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور جب مردہ یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کی قبر وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس کی طرح سو جاؤ جس کو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا۔ [الحدیث] (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1073، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث میں مومن کے لیے عروس کا لفظ وارد ہے اور عروس کا لفظ عرس سے ماخوذ ہے اور یہ عرس کی لفظی اصل ہے، عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے۔ ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے اور قرآن شریف پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں اللہ سے دعا کرنے اور شفاعت کرنے کی درخواست کرنا اس کا ثبوت امام طبرانی کی اس حدیث سے ہے جس میں عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے کی ہدایت کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المعجم الصغیر، ج 1، ص 1184۔183، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، 1388ھ، حافظ منذری متوفی 656ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج 1، ص 474-476) (اور شیخ ابن تیمیہ متوفی 728ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ فتاوی ابن تیمیہ، ج 1، ص 274-273)

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ (الحدیث-المصنف، ج 12، ص 32، مطبوعہ کراچی) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے، فتح الباری، ج 2، ص 495-496، مطبوعہ لاہور)

تاریخ وصال کے موقع پر اہل اللہ کی یاد منانے کو عرس کہتے ہیں اور انبیائے کرام کا عرس منانا یعنی تاریخ وصال پر ان کا ذکر کرنا ان کی یاد منانا قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ سَلٰمٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ وَ یَوۡمَ یَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا۔'' (سورہ مریم آیت نمبر ۱۵) ترجمہ: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ

اٹھایا جائے گا۔''

جیسا کہ ایک واقعہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے سبع سنابل شریف میں ذکر کیا ہے: جس میں ماہ ربیع الاوّل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی جانب منسوب ہونے والے بزم کو عرس ہی تحریر فرمایا ہے اور حضور اعلیٰ حضرت نے سبع سنابل شریف میں مذکور واقعہ کو خود فتاویٰ رضویہ شریف میں نقل کیا ہے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ، الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں: مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را قدس للہ تعالیٰ روحہ، در ماہ ربیع الاوّل بجہت عرس رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پر سیدندا ے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمود و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد، اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد بر چوڈول سوار میشد و می رفت و نیز و در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں را بر تمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شدہ است۔ لا وللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر شدہ بود، ایں خود در یک شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات ایں موحد خود در اقصائے عالم حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات۔

ترجمہ: ماہ ربیع الاول میں رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ، کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں، حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا: حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے آتے، سوار ہو جاتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے اے عقل مند! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں، یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحد کی ذات عالم کے سروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔''

(سبع سنابل سنبلۂ ششم در حقائق وحدت الخ مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷۰-فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۵۲)

اور فتاویٰ رضویہ میں کوئی ایسی عبارت جو حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جس میں انبیا کے عرس کو ناجائز کہا ہو کبھی نظر سے نہ گزری البتہ ایک بدمذہب کی عبارت عرس کے عدم جواز پر سائل نے سوال کے ساتھ بھیجا ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ رمیں ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا رد کیا ہے جو عبارت عرس کے عدم جواز پر ہے وہ بدمذہب کی عبارت ہے اور اس کے بعد میں اس کے رد پر جو عبارت ہے وہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ہے۔عوام عرس سے بزرگان دین کی سالانہ فاتحہ خوانی وغیرہ ہی سمجھتی ہے اور اکثر عرس کا استعمال بزرگان دین ہی کے سالانہ فاتحہ خوانی پر ہی مستعمل ہے اس لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب منسوب مجلس ومحافل کو دیگر ناموں سے یاد کرنا ہی بہتر ہے مثلاً ذکر یا محفل وغیرہ اگر چہ عرس کہنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن عرفاً قباحت ہے اس لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منسوب مجلس کو عرس کہنے سے احتراز کرنا بہتر ہے، ہر سال صالحین کے مزارات کی زیارت کے لیے جانا، ان کو سلام پیش کرنا اور ان کی تحسین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور ان کے لیے ایصال ثواب کرنا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہمارے نزدیک عرس منانے کا یہی طریقہ ہے۔

باقی اب جو لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافات کر لیے ہیں، وہ بزرگان دین کی نذر اور منت مانتے ہیں اور ڈھول باجوں گاجوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں ناچتے گاتے ہوئے اوباش لڑکے چادر لے کر جاتے ہیں اور چادر بقیہ ص ۹ ر پر

دوسری قسط

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

علم اہمیت وافادیت

گزشتہ سے پیوستہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ مال صرف کرنے سے گھٹتا چلا جاتا ہے مگر علم بجائے گھٹنے کے بتدریج بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان مال کی حفاظت میں شب وروز سرگرداں رہتا ہے جب کہ اس کے برعکس علم انسان کا محافظ ونگہبان ہوا کرتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے تو مال اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتا بلکہ اسی دنیا ہی میں رہ جاتا ہے لیکن علم ایک ایسی لازوال دولت ہے کہ یہ انسان کے ساتھ قبر میں بھی جاتا ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ مال کوئی بھی چاہے حاصل کر سکتا ہے خواہ مومن ہو یا کافر مگر علم دین کا نفع مومن ہی کو ملتا ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ مالداروں کی ہر ایک کو ضرورت نہیں ہوتی لیکن عالم ہر ایک کی ضرورت ہے عالم سے انسان بے پرواہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ بروز قیامت پل صراط عبور کرتے وقت مال کمزوری کا باعث بنے گا جب کہ علم قوت فراہم کرے گا۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ علم ہی انسان کو فضیلت وفوقیت سے ہمکنار کرتا ہے۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہی میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ خلافت الٰہیہ کو پیش کیا جاسکتا ہے، آیئے اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں کے مابین جو گفتگو ہوئی اسے قرآن کی زبانی ملاحظہ کریں۔ سورۂ بقرہ کی تیسویں، اکتیسویں اور بتیسویں اور تینتیسویں آیات میں رب کائنات فرماتا ہے:

’’اور یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے پھر سب اشیا ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تونے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتادے انھیں سب اشیا کے نام جب آدم نے انھیں سب نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔‘‘

من جملہ ہر چند کہ فرشتے خداوندِ قدوس کی معصوم، سراپا عبادت گزار اطاعت شعار نوری مخلوقات ہیں مگر اس کے باوجود ربِ قدیر نے کسی فرشتے کو نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔ حالانکہ فرشتوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ مولا! ہم تیری عبادت وتسبیح کرتے ہیں ہم گناہوں سے یکسر مبرا ومنزہ ہیں خلافت کے حقدار ہیں تو ایسے موقع پر خداوند قدوس نے فرشتوں کو تمام اشیا کے اسما پوچھے تو ان سے جواب بن نہ پڑا تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے تمام اشیا کے اسما مع مسمیات بتادیے۔ بالآخر تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو افضل وارفع اور خلافتِ الٰہیہ کا مستحق مانتے ہوئے، بحکم خدا سربہ سجدہ ہوگئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے فیضان علم کا یہ عالم تھا کہ ان سے اشیا کے اسما پوچھے گئے تھے مگر آپ نے محض اسما بتانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تفسیر کبیر کی روایت کے پیش نظر آپ نے جملہ اشیا (خواہ موجودات سے متعلق رہے ہوں یا معدومات سے) کے اسما کے ساتھ ساتھ ان کے حقائق، خصائص، فوائد، نقصانات، طرقِ استعمال اور طرقِ صنعت مع صفات بتادیے۔ اگرچہ قرآن مقدس

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

میں صرف لفظ اسما کا استعمال ہوا ہے لیکن مذکورہ تمام چیزیں بھی اسما کے اندر شامل تھیں کیوں کہ صرف اشیا کے اسما کا علم کمال و تکمیل علم پر دلالت نہیں کرتا۔ ثانیاً یہ کہ قرآن مجید میں اسما کے ساتھ کلھا کا بھی لفظ اس امر کی طرف مشیر ہے کہ آپ نے اشیا کے اسما کے سوال پر اشیا کے دیگر لوازمات واتصالات واوصاف بتا کر فیضان علم کا ایسا چشمہ جاری کر دیا کہ جملہ ملائکہ بلا تردد آپ کی وسعت و فوقیت علم کے بصمیم قلب قائل و معترف ہو گئے اور اس بات کا برملا اظہار کیا کہ اے اللہ پاک ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وسعت علم سے متعلق صاحب تفسیر روح البیان نے اپنی کتاب مستطاب میں رقم فرمایا ہے کہ خداوند قدوس کے فیض وکرم سے آپ کو ایک دو ہزار یا ایک دو لاکھ نہیں بلکہ سات لاکھ زبانوں کا مکمل علم حاصل تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ ایک ہزار مختلف پیشوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے فیضان علم کا زریں اثر تھا کہ آپ کے سر مبارک پر خلافت الٰہیہ کا تاج رکھا تھا۔

یوں تو ہر علم اپنے دامن میں اہمیت وافادیت کا گوہر گرانمایہ رکھتا ہے مگر علم دین دنیا کے تمام علوم سے بلاشبہ حد درجہ فائق ہے، بلفظ دیگر یوں کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ علم دین ایک ایسا آسمان ہے کہ جس میں جملہ علوم کے شمس وقمر اور نجوم کی تابانیاں ملتی ہیں۔ یہی وہ علم ہے جو انسان کی دنیا کو روشن کرتا ہے اور آخرت کو رشکِ صد ماہتاب بناتا ہے، دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود اسی علم میں مضمر ومستتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارمی کے اندر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں ساعۃ من اللیل کا لفظ آیا ہے یعنی رات میں ایک گھڑی مگر یہاں لفظ لیل قید اتفاقی کے طور پر مستعمل ہے یعنی علم دین کا پڑھنا پڑھانا فقط رات ہی تک محدود نہیں بلکہ کسی بھی وقت اس کا پڑھنا پڑھانا بے حد ثوابوں کا متحمل ہے گویا یہاں رات کی قید سے علم دین کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب بتانا مقصود ہے نہ کہ وقت۔

علم دین کی فضیلت وفوقیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عالم ما کان وما یکون سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم دین کے حصول کو ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے فرض قرار دیا ہے جیسا کہ صحاح ستہ کی بڑی مشہور اور اہم کتاب ابن ماجہ کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

حدیث میں طلب العلم کہا گیا ہے نہ کہ طلب علم الدین مگر یاد رہے کہ یہاں علم سے قطعی طور پر تعمیم مطلوب نہیں بلکہ اس علم سے مراد خصوصی علم یعنی علم دین ہے۔ ہمارے اس دعوے کی توثیق وتصدیق حضرت ملا علی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ تصنیف لطیف مرقاۃ شرح مشکوۃ کرتی ہے۔ اس عظیم شرح کی پہلی جلد میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے شارحین نے اس امر کی وضاحت وصراحت کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کی تحصیل ناگزیر ولازمی ہے، اسی مقام پر حضرت ملا علی قاری نے اس بات کو چند مثالوں سے بھی موکد کیا ہے فرماتے ہیں کہ مثلاً ذاتِ خداوندی کی معرفت، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول کا عرفان علاوہ ازیں فرائض قطعیہ کا ادراک اور ان کے طرقِ ادائیگی کا علم، ظاہر ہے مذکورہ بالا امور کا علم علم دین کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان امور کا علم ایک مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے، یہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب علم دین سے وابستگی ہو۔ لہٰذا اب یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ حدیث میں علم سے مراد علم دین ہے اور اس کی تحصیل ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات کی پہلی جلد میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے کہ حدیث میں لفظ علم سے مراد علم دین ہے کیوں کہ اس کے بغیر خداوند قدوس کی ذات وصفات اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت و

نبوت کی معرفت اور فرائض اسلام کی ادائیگی کے اہم مسائل کا ادراک متعذر ہونا ممکن ہے۔

یہ ایک نا قابل انکار امر ہے کہ ہر نبی کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ ہوتا ہے۔ انبیا کرام علیھم السلام کی درس خیر تاریخ بتاتی ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سات انبیا کرام علیھم السلام ایسے گذرے ہیں کہ جنھیں علم کی بنیاد پر ایسے فائدے حاصل ہوئے کہ جنھیں پڑھنے اور جاننے کے بعد علم کی فوقیت دو بالا ہوجاتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی ہے جنھیں ان کے علم نے کل ملائکہ کا مسجود بنا دیا۔ دوسری مثال حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کے سبب قید و بند سے رستگاری ملی۔ چوتھی مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے جن کی زوجیت کا اعزاز علم کے پیش نظر پیکر حسن و جمال ملکۂ بے مثال حضرت بلقیس کو ملا۔ پانچویں مثال حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کی وجہ سے بادشاہت کا تمغہ نصیب ہوا۔ چھٹی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے جنھوں نے علم کے ذریعہ اپنی عفت مآب والدہ ماجدہ حضرت کنواری مریم پر کئے گئے اتہام کو غلط اور بے بنیاد ثابت کیا۔ ساتویں مثال میں ہم اپنے آقا کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو پیش کر سکتے ہیں کہ آپ کے علم کی برتری کی ہی جلوہ طرازی ہے کہ آپ خلافت الٰہیہ سے مشرف ہوئے اور آپ کے سرِ انور پر شفاعت کبریٰ کا زریں تاج رکھا گیا۔ شاید ہی حدیث کی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں فضیلت علم پر مستقل باب باندھا نہ گیا ہو۔ آیئے فضائل علم دین سے متعلق چند معلومات افزا احادیث ملاحظہ کریں۔

ترمذی شریف میں حضرت امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی جو حدیث مندرج ہے اس کی تلخیص کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخص کا ذکر چھڑ گیا، ان دونوں میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، واضح رہے کہ یہاں عابد سے مراد عالم عابد نہیں بلکہ غیر عالم عابد ہے کیوں کہ اس مقام پر عالم کے مقابلے میں لفظِ عابد مستعمل ہوا ہے۔ ایسے موقع پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سکھانے والے یعنی عالم دین پر خدائے لم یزل رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز آسمان و زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

اسی ترمذی شریف کے اندر فضیلت علم دین سے متعلق حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی روایت بڑی شرح و بسط کے ساتھ یوں مرقوم ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا تو میں نے کیا دیکھا کہ معاً ایک شخص بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آیا اور حضرت ابودرداء سے کہنے لگا کہ جناب والا! مجھے مدنیۃ الرسول سے یہ بات بڑے معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں وہ مجھے سنا دیں اور میں یہ بھی بتادوں کہ میں نے صرف اسی غرض سے۔ اس قدر طویل اور مشقت خیز سفر کیا ہے۔ اس شخص کی بات سننے کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم دین کے حصول کے لیے سفر کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم دین کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں اور آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور علما انبیا کرام علیھم السلام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیا کرام علیھم السلام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں۔ انھوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے

اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔

مذکورہ بالا حدیثیں علم دین، طالب علم دین اور عالم دین کی فضیلتوں پر ایسی روشنی ڈالتی ہیں کہ انھیں پڑھنے کے بعد دیگر علوم پر علم دین کی فوقیت مزید واشگاف ہوجاتی ہے۔ اگر دورِ حاضر کا علم وفن کے تناظر میں جائزہ لیا جائے تو یہ تلخ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ جہاں بہت سارے امور میں روز بروز انحطاط وزوال بڑھتا جارہا ہے وہیں حصول علم کی لگن میں بھی بہت حد تک کمی محسوس کی جارہی ہے۔ آج کے اس مادی دور میں انسان دنیاوی معاملات میں اس قدر گھرا ہوا ہے بلکہ خود کو اس قدر گھیر رکھا ہے کہ خود کو بے حد مصروف زمانہ بتاتے ہوئے حصول علم کے لیے عدیم الفرصتی کا عذر لنگ پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے، اکثر اس کی زبان پر وقت کی کمی کا بے جا شکوہ پھن ٹیکے کھڑا رہتا ہے، سچی بات تو یہ ہے وقت کی کمی کا شکوہ بالکل بے جا اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ جو چیزیں ضروری اور اہمیت کی حامل ہوتی ہیں ان کے لیے وقت نکالا جاتا ہے نہ کہ قلت وقت کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ دنیاوی امور جنھیں ہم ضروری سمجھتے ہیں اس کے لیے بلا تردد اور بہ آسانی وقت نکال لیتے ہیں لیکن جب حصول علم کی بات آتی ہے تو ہم جانے کیسے کیسے حیلے تراشتے رہتے ہیں۔ علم دین کی تحصیل کے سلسلے میں ہم نے خود کو بے حد لاابالی بنا رکھا ہے جب کہ یہ نہ صرف دنیا کے لیے بلکہ آخرت کے لیے بھی فلاح و بہبود کا پیش خیمہ ہے۔

کیا یہ وقت کا بہت بڑا المیہ نہیں ہے کہ ہم دنیاوی پروگراموں میں جہاں حلال وحرام کی تمیز روا نہیں رکھی جاتی اور جہاں غیر شرعی حرکات بڑے چاؤ سے کیے جاتے ہیں وہاں قلتِ وقت اور عدیم الفرصتی کا شکوہ کیے بغیر بصد شوق چلے جاتے ہیں اور ایسی محافل میں ہم مفتخرانہ انداز میں بے دریغ دولت لگانے میں بھی ذرہ برابر عار محسوس نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف خالص دینی اور مذہبی محفل میں شرکت کی بات آئے تو ہم سو قسم کے اعذارِ باردہ پیش کرتے رہتے ہیں جب کہ یہاں نہ ٹکٹ خریدنا ہے اور نہ کسی قسم کے خرچ کا بار اٹھانا ہے۔

آپ گرد و نواح کا جائزہ لیجیے غیر شرعی دنیاوی محفلیں جب منعقد ہوتی ہیں تو آن کی آن میں ہال کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ پوری رات محفلیں گرم رہتی ہیں۔ تالیوں کی گونج میں واہ واہی کی جاتی ہے۔ ذرہ برابر بھی نہ کوئی تکان محسوس کرتا ہے اور نہ کسی کے لب پر حرفِ شکوہ رہتا ہے۔ تہذیب وشائستگی کے دامن کو تار تار ہوتے دیکھ کر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن دینی محفلوں کو کامیاب بنانے کے لیے بڑے تگ ودو کیے جاتے ہیں، ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ وترسیل سے دعوتوں پر دعوتیں دی جاتی ہیں۔ گذارشات پر گذارشات کی جاتی ہیں۔ اللہ ورسول کا واسطہ دیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود گنتی کے چند لوگ آتے ہیں اور جو آتے ہیں ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جن کی نگاہ گھڑی پر لگی رہتی ہے اور اگر پروگرام چند منٹ طویل ہوجائے تو ان کی بھوئیں تن جاتی ہیں اور شور وغوغا شروع ہوجاتا ہے پھر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ پروگرام جلد ختم کیا جائے اس پر مستزاد ظلم بالائے ظلم یہ کہ پروگرام کے انعقاد کرنے والوں، تقریر کرنے والوں اور نعت پڑھنے والوں کو خوب جلی کٹی سنائی جاتی ہے، اللہ کی پناہ! اس موقع پر مجھے یہ شعر یاد آرہا ہے۔

آہ اسلام ترے چاہنے والے نہ رہے
تو تھا جس کا چاند اب ہالے نہ رہے

لگے ہاتھ راقم الحروف کا ایک مقطع بھی ملاحظہ کریں۔

قدسی خدا ہی جانے سنبھلتا نہیں ہے کیوں
کھا کر بھی ٹھوکریں یہ مسلمان بار بار

ہم نے جو کچھ سطورِ بالا میں لکھا ہے یہ سب ہماری نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے اور ہم اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں مگر حیف صد حیف کہ ہم اس لاپرواہی اور بے توجہی پر نالاں ہیں اور نہ اپنے اندر حصولِ علم کا جذبہ اجاگر کرنے کی کسی قسم کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ نتیجتاً اس کے جو بھیانک اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ حصول علم کی عدم دلچسپی کی بنیاد پر جہاں ہمارے اندر دین و مذہب سے دوری بڑھتی جارہی ہے وہیں ہماری اولاد اور آنے والی نسل پر لادینیت بد مذہبیت اور بد عملی کے گھٹاٹوپ سیاہ بادل منڈلاتے

ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے کس قدر باعثِ عار ہے کہ ہم اور ہماری اولاد دنیا کی تاریخ اور دنیاوی شخصیات کی سوانح عمری سے واقف ہیں مگر مذہب اسلام کی تاریخ سے واقفیت تو درکنار ہمیں اور ہماری ذریت کو اسلام کے مبادیات تک کا علم نہیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنے رسولِ گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرمی صحیح طور پر بتا سکتے ہیں اور نہ کلمہ طیبہ وشہادت بجا طور پر پڑھ سکتے ہیں۔ دیگر بنیادی امور جن کا خالصتاً ایمانیات سے تعلق ہے ان کا ذکر ہی کیا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب وایمان سے ہمارے فاصلے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور یہی بڑھتے ہوئے فاصلے ہماری زبوں حالی اور زوال پذیری پر کیلیں ٹھونکتے جارہے ہیں۔ ہم واویلا تو مچاتے ہیں لیکن اپنے اندر جذبۂ حصول علم بیدار کرنے کی کوئی کوشش کرتے ہیں اور نہ اپنے اندر کسی قسم کا سدھار لانے کا کوئی اقدام گوارا کرتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم نے آیت قرآنیہ پیش کی ہے جس میں خداوندِ قدوس کا ارشاد موجود ہے ’’اللہ سے ڈرنے والے علما ہیں‘‘ اس ارشاد کا مفہوم بالکل واضح ہے کیوں کہ یہ آیات محکمات میں سے ہے یعنی علم کی بنیاد پر دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور جس قدر علم زیادہ ہوگا اسی قدر خوف خدا میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب علم دین سے بے اعتنائی برتی جائے گی تو پھر انجام کار بے خوفی کا تسلط مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا کا مسلمان کفار کے بالمقابل مما لک، دولت اور تعداد میں فزوں تر ہونے کے باوجود خائب وخاسر ہوتا جارہا ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب جب مسلمانوں پر زوال آیا ہے اس کی وجہ علم دین سے دوری رہی اور یہی دوری مسلمان کو خالق کائنات سے بے خوفی کی جانب دھکیلتی چلی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جب بے خوفی ہوگی تو پھر ایمان و عمل میں گراوٹ آہی جائے گی۔ آج ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر علم دین کے حصول کی لگن پیدا کریں اور اپنی اولاد کو بھی اس جانب راغب کریں تاکہ ہمارا گھر اور ہمارا معاشرہ شریعت مطہرہ کا آئنہ دار بن جائے اور ہم اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرسکیں۔

حصول علم کی لگن سے متعلق ایک انتہائی تاریخی اور درس خیز واقعہ پیش کرنے سے پہلے عہد رسالت میں کفر وایمان کے مابین پہلی اور انوکھی جنگ جنگِ بدر کے اختتام پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں ابن ہشام کی دوسری جلد میں مندرج ہے کہ جب جنگ کا خاتمہ ہوا تو کافر قیدیوں سے متعلق ایک اہم سوال یہ اٹھا کہ ان کے ساتھ کون سا معاملہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور اس جنگ میں ستر کافر جہنم رسید ہوئے تھے اور ستر قیدی بنائے گئے تھے۔ ایسے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورۃً استفسار فرمایا کہ ان قیدیوں کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب دشمنان اسلام ہیں لہٰذا ان سب کو تہِ تیغ کردیا جائے۔ حضرت عمر کی پیش کردہ رائے کے بعد یارِ غار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ چونکہ ان سب کا تعلق ہمارے اعزہ واقارب سے ہے لہٰذا ان سے بطور فدیہ کچھ رقمیں لے کر انھیں رہا کردیا جائے۔

اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو یہ کہ اس وقت ہم مسلمان انتہائی تنگدستی سے دو چار ہیں تو یہ رقمیں ہمارے لیے ممد ومعاون ثابت ہوں گی اور آئندہ ممکن ہے کہ خداوند قدوس کی عطا کردہ توفیق سے ان کے دلوں میں پڑے کفر وشرک کے دبیز پردے چاک ہوجائیں اور یہ سب حلقہ بگوش اسلام ہوجائیں۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں حضرت صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے ان قیدیوں سے چار چار ہزار درہم بطور فدیہ لیے جو صاحب استطاعت تھے وہیں وہ قیدی جو مفلس ونادار تھے انھیں بلا فدیہ رستگاری کا پروانہ عطا کردیا لیکن ان قیدیوں میں سے جو پڑھے لکھے تھے ان کا تاریخ ساز اور انتہائی سبق آموز فدیہ رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھانا ہوگا۔

اگر تاریخ کا بالا ستیعاب مطالعہ کیا جائے تو کوئی ایسی نابغۂ روزگار، لائقِ صد تحسین اور قابل قدر شخصیتیں نظر آئیں گی کہ جن کے دلوں میں حصول علم دین کا ایسا جذبہ کارفرما تھا کہ انھوں نے نامساعد حالات اور حوادث زمانہ کی پرواہ کیے بغیر اپنے ذوقِ علم کو نمو بخشنے کے لیے نہ صرف یہ کہ زہرہ گداز سفر کیا بلکہ راہ میں حائل ہر قسم کی مصیبت ومشقت کو ناکام و نا مراد کر دیا، اس سلسلے میں امتشالا مایۂ ناز صحابی میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

یہ وہی حضرت ابوایوب انصاری ہیں جنھیں مدینہ المنورہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود کے زریں موقع پر میزبانی کا شرف حاصل رہا۔ اگرچہ سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر دیوانہ متمنی تھا کہ آپ اس کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی مامور من اللہ ہے لہٰذا وہ جہاں رک جائے گی وہیں میرا قیام رہے گا۔ حضرت ایوب انصاری کی خوش بختی پر قربان جایئے کہ شہنشاہ مدینہ کی اونٹنی آپ ہی کے مکان پر رکی، اس طرح آپ کو میزبان رسول ہونے کا لازوال اعزاز عطا ہوا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آپ نے میزبانی رسول میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی، آپ کے عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد جو تبرک چھوڑ دیتے آپ اپنی اہلیہ سمیت اسے بے حد رغبت سے کھاتے، شکر الٰہی بجا لاتے اور اپنی پرنور تقدیر پر ناز کرتے، آپ اس جگہ سے لقمہ اٹھاتے، جہاں رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مقدس کا نشان جلوہ نما ہوتا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دیگر صحابۂ کرام آپ کے روشن نصیبہ پر پیکر رشک بنے ہوئے تھے۔ میزبانی رسول کا سلسلہ ایک دو یا چند دن نہیں بلکہ متواتر سات ماہ بدستور چلتا رہا۔ میزبانی کے ایام میں آپ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسر وچشم مصروفِ کار رہتے۔ رضائے رسول کے حصول میں آپ نے اپنا من دھن تن سب شاداں وفرواں قربان کر دیا۔ میزبانی کے ایام میں ایک رات ایسا واقعہ رونما ہوا جو آپ کے بے بہا عشق رسول کی شہادت آج بھی پیش کر رہا ہے اور صبح قیامت تک پیش کرتا رہے گا۔

وہ ایک شدید سردی کی رات تھی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کے اوپر کی منزل میں آرام پذیر تھے اور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے کی منزل میں استراحت فرما رہے تھے۔ یاد رہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مکان میں جلوہ طراز ہوئے تو آپ نے اوپر کی منزل خدمت اقدس میں پیش کی لیکن ملاقاتیوں کی سہولت کے پیش نظر بجائے اوپر کی منزل کے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی نیچے کی منزل میں رہنا پسند فرمایا۔

ہوا یوں کہ معاً مکان کے اوپر کی منزل پر پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ گھڑا کا ٹوٹنا تھا کہ بڑی تیزی کے ساتھ پانی بہنے لگا تو آپ نے سوچا کہ مبادا پانی نیچے کی منزل پر چلا جائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو تو آپ نے فوراً سارا پانی اپنے لحاف میں خشک کر لیا۔ تھا ایک ہی لحاف اور وہ مکمل پانی سے شرابور ہو چکا تھا۔ مگر واہ رے آپ کا عشق رسول کہ زوجین نے اسی گیلے لحاف میں طویل سرد رات گذار دی مگر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ برابر بھی تکلیف ہو یہ گوارا نہ کیا۔ ؎

کہتا تھا فلک دیکھ کے اصحابِ نبی کو
یوں عشق کبھی ہم نے زمیں پر نہیں دیکھا

.... جاری ■◄

جماعت رضائے مصطفیٰ
یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔
برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔
مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

احوال قوم وملت

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

وفات کے بعد

اس رنگارنگ اور فانی دنیا میں ہمارے زندہ ہوتے ہوئے جب ہمارا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور سوائے چند مخصوص افراد کے ہمیں کوئی دل کی گہرائیوں سے یاد نہیں کرتا ہے، تو پسِ مرگ کسی سے یاد کرنے اور اپنا تذکرہ زندہ وجاوید رہنے کی امیدیں پال لینا؛ حماقت، پرلے درجے کی بے وقوفی اور عاقبت نااندیشی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

جانے والا چلا گیا، مہمان کی طرح چند دن اس کی یادیں رہی اور پھر وہ وجود، کہ جس کے بن ادھورا پن محسوس ہوتا تھا، ایک قصہ پارینہ بن کر خاکِ ارض کی دبیز تہوں تلے روپوش ہو گیا، اس لیے عقل مند مومن وہی ہے جس کے پیشِ نظر ہمہ وقت رب کی رضا رہے، لوگ راضی ہوں تو فبہا، ورنہ لوگوں کی باتیں/تنقیدیں/اور منفی رویوں کی پرواہ کرنا یکسر چھوڑ دے۔

اظہار الحق صاحب ایک بڑے ادیب اور شاعر ہوئے ہیں انہوں نے ”میری وفات“ کے نام سے ایک مضمون لکھا، جس میں اس بے ثبات زندگی اور موت کے بعد کی حقیقت کو اثر انگیز پیرائے میں واشگاف کیا ہے اور اگر آپ نے ابھی تک اِظہار الحق صاحب کو نہیں پڑھا ہے تو اسی مضمون ”میری وفات“ سے آغاز کیجیے، لکھتے ہیں:

”سرما کی ایک یخ زدہ ٹھٹھرتی شام تھی، جب میری وفات ہوئی، اس دن صبح سے بارش ہو رہی تھی، بیوی صبح ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی، ڈاکٹر نے دوائیں تبدیل کیں مگر خلافِ معمول خاموش رہا۔ مجھ سے کوئی بات کی نہ میری بیوی سے! بس خالی خالی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھتا رہا۔

دوپہر تک حالت اور بگڑ گئی۔ جو بیٹا پاکستان میں تھا، وہ ایک تربیتی کورس کے سلسلے میں بیرون ملک تھا، چھوٹی بیٹی اور اس کا میاں دونوں یونیسف کے سروے کے لیے کراچی ڈیوٹی پر تھے، لاہور والی بیٹی کو بھی میں نے فون نہ کرنے دیا کہ اس کا میاں بے حد مصروف ہے اور بچوں کی وجہ سے خود اس کا آنا بھی مشکل ہے۔ رہے دولڑکے جو بیرون ملک ہیں، انہیں پریشان کرنے کی کوئی تک نہ تھی! یوں صرف میں اور بیوی ہی گھر پر تھے اور ایک ملازم! جو شام ڈھلے اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

عصر ڈھلنے لگی تو مجھے محسوس ہوا کہ نقاہت کے مارے بات کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی پرانی ڈائری نکالی، بیوی کو پاس بٹھا کر رقوم کی تفصیل بتانے لگا جو میں نے وصول کرنا تھیں اور دوسروں کو ادا کرنا تھیں۔ بیوی نے ہلکا سا احتجاج کیا: یہ تو آپ کی پرانی عادت ہے، ذرا بھی کچھ ہو تو ڈائری نکال کر بیٹھ جاتے ہیں، مگر اس کے احتجاج میں پہلے والا یقین نہیں تھا پھر سورج غروب ہو گیا، تاریکی اور سردی دونوں بڑھنے لگیں۔ بیوی میرے لیے سُوپ بنانے کچن میں گئی، اس کی غیر حاضری میں مَیں نے چند اکھڑی اکھڑی سانسیں لیں اور غروب ہو گیا۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں آہستہ آہستہ اپنے جسم سے باہر نکل رہا ہوں۔ پھر جیسے میں ہوا میں تیرنے لگا اور چھت کے قریب جا پہنچا۔ بیوی سُوپ لے کر آئی تو میں دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس پر سکتہ طاری ہوا اور پھر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ میں نے بولنے کی کوشش کی، یہ عجیب بات تھی کہ میں سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا۔

لاہور والی بیٹی رات کے پچھلے پہر پہنچ گئی۔ کراچی سے بھی چھوٹی بیٹی اور میاں صبح کی پہلی فلائیٹ سے پہنچ گئے۔ بیٹے تینوں بیرون ملک تھے، وہ جلد سے جلد بھی آتے تو دو دن لگ جانے تھے۔ دوسرے دن عصر کے بعد میری تدفین

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

کردی گئی۔شاعر،ادیب،صحافی،سول سرونٹ سب کی نمائندگی اچھی خاصی تھی۔گاؤں سے بھی تقریباً سبھی آ گئے تھے۔ننھیال والے گاؤں سے ماموں زاد بھائی بھی تینوں موجود تھے۔

لحد میں میرے اوپر جو سلیں رکھی گئی تھیں،مٹی ان سے گزر کر اندر آ گئی تھی۔بائیں پاؤں کا انگوٹھا جو آرتھرائٹس کا شکار تھا،مٹی کے بوجھ سے درد کر رہا تھا۔پھر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔شاید فرشتے آن پہنچے تھے۔اسی کیفیت میں سوال جواب کا سیشن ہوا۔یہ کیفیت ختم ہوئی۔محسوس ہو رہا تھا کہ چند لمحے ہی گزرے ہیں مگر فرشتوں نے بتایا کہ پانچ برس ہو چکے ہیں۔پھر فرشتوں نے ایک عجیب پیشکش کی۔

"ہم تمھیں کچھ عرصہ کے لیے واپس بھیج رہے ہیں۔تم وہاں دنیا میں کسی کو نظر نہیں آؤ گے،گھوم پھر کر کے اپنے پیاروں کو دیکھ لو،پھر اگر تم نے کہا تو تمھیں دوبارہ نارمل زندگی دے دیں گے،ورنہ واپس آ جانا۔"

میں نے یہ پیشکش غنیمت سمجھی اور فوراً ہاں کر دی،یہ الگ بات کہ فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا،پھر ایک مدہوشی کی حالت چھا گئی،آنکھ کھلی تو میں اپنی گلی میں تھا،آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنے گھر کی جانب چلا،راستے میں کرنل صاحب کو دیکھا،گھر سے باہر کھڑے تھے،اتنے زیادہ بوڑھے لگ رہے تھے، خواجہ صاحب بیگم کے ساتھ واک کرنے نکل رہے تھے،اپنے مکان کے گیٹ پر پہنچ کر میں ٹھٹھک گیا،میرے نام کی تختی غائب تھی،پورچ میں گاڑی بھی نہیں کھڑی تھی،وفات سے چند ہفتے پہلے تازہ ترین ماڈل کی خریدی تھی،اس کا سن روف بھی تھا اور چمڑے کی اوریجنل سیٹیں تھیں دھچکا سا لگا،گاڑی کہاں ہو سکتی ہے؟بچوں کے پاس تو اپنی اپنی گاڑیاں موجود تھیں تو پھر میری بیوی جو اب بیوہ تھی کیا گاڑی کے بغیر تھی؟

دروازہ کھلا تھا،میں سب سے پہلے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنی لائبریری میں گیا،یہ کیا؟کتابیں تھیں نہ الماریاں! رائٹنگ ٹیبل اس کے ساتھ والی مہنگی کرسی،صوفہ،اعلیٰ مرکزی ملازمت کے دوران جو شیلڈیں اور یادگاریں مجھے ملی تھیں اور الماریوں کے اوپر سجا کر رکھی ہوئی تھیں،بے شمار فوٹو البم، کچھ بھی تو وہاں نہ تھا۔مجھے فارسی کی قیمتی ایران سے چھپی ہوئی کتابیں یاد آئیں،دادا جان کے چھوڑے ہوئے قیمتی قلمی نسخے،گلستان سعدی کا نادر نسخہ جو سونے کے پانی سے لکھا ہوا تھا اور دھوپ میں اور چھاؤں میں الگ الگ رنگ کی لکھائی دکھاتا تھا،دادا جان اور والد صاحب کی ذاتی ڈائریاں سب غائب تھیں،کمرہ یوں لگتا تھا،گودام کے طور پر استعمال ہو رہا تھا،سامنے والی پوری دیوار پر جو تصویر پندرہ ہزار روپے سے لگوائی تھی،جگہ جگہ سے پھٹ چکی تھی،فاؤنٹین پینوں کا بڑا ذخیرہ تھا میرے پاس،پارکر،شیفر،کراس وہ بھی دراز میں نہیں تھا۔

میں پژمردہ ہو کر لائبریری سے باہر نکل آیا،بالائی منزل کا یہ وسیع وعریض لاؤنج بھائیں بھائیں کر رہا تھا،یہ کیا؟ اچانک مجھے یاد آیا،میں نے چکوال سے رنگین پایوں والے سُوت سے بُنے ہوئے چار پلنگ منگوا کر اس لاؤنج میں رکھے تھے،شاعر برادری کو یہ بہت پسند آئے تھے،وہ غائب تھے۔

نیچے گراؤنڈ فلور پر آیا،بیوی اکیلی کچن میں کچھ کر رہی تھی، میں نے اسے دیکھا،پانچ برسوں میں اتنی تبدیل ہوگئی تھی! میری آنکھوں میں آنسو آ گئے،کیسے پوچھوں کہ گھٹنوں کے درد کا کیا حال ہے؟ایڑیوں میں بھی درد محسوس ہوتا تھا،دوائیں باقاعدگی سے میسر آ رہی تھیں یا نہیں؟میں اس کے لیے باقاعدگی سے پھل لاتا تھا،نہ جانے بچے کیا سلوک کر رہے ہیں،مگر میں تو بول نہ سکتا تھا،نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتی تھی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی بیوی بہت دیر باتیں کرتی رہی، جو کچھ اس طویل گفتگو سے میں سمجھا،یہ تھا کہ بچے اس مکان کو فروخت کرنا چاہتے تھے،ماں نے مخالفت کی کہ وہ کہاں رہے گی،بچے مصر تھے کہ ہمارے پاس رہیں گی!بیوی کو میری نصیحت یاد تھی کہ ڈیرہ اپنا ہی اچھا ہوتا ہے مگر وہ بچوں کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال رہی تھی،گاڑی کا معلوم ہوا کہ بچی

احوال قوم وملت

جا چکی تھی، بیوی نے خود ہی بیچنے کے لیے کہا تھا کہ اسے ایک چھوٹی آلٹو ہی کافی ہوگی۔

اتنے میں ملازم لاؤنج میں داخل ہوا، یہ نوجوان اب ادھیڑ عمر لگ رہا تھا، میں اس کا لباس دیکھ کر ٹھٹھک گیا، اس نے میری قیمتی برانڈڈ قمیض جو ہانگ کانگ سے خریدی تھی پہنی ہوئی تھی، نیچے وہ پتلون تھی جس کا فیبرک میں نے اٹلی سے لیا تھا، اچھا! تو میرے بیش بہا ملبوسات ملازموں میں تقسیم ہو چکے تھے!

میں ایک سال لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہ کر، سب کو دیکھتا رہا، ایک ایک بیٹے، بیٹی کے گھر جا کر ان کی باتیں سنیں، کبھی کبھار ہی ابا مرحوم کا یعنی میرا ذکر آتا، وہ بھی سرسری سا، ہاں! زینب میری نواسی اکثر نانا ابو کا تذکرہ کرتی، ایک دن ماں سے کہہ رہی تھی۔" اماں یہ بانس کی میز کرسی نانا ابو لائے تھے جب میں چھوٹی سی تھی، اسے پھینکنا نہیں" ماں نے جواب میں کہا" جلدی سے کپڑے بدل کر کھانا کھاؤ، پھر مجھے میری سہیلی کے گھر ڈراپ کرو۔"

میں شاعروں ادیبوں کے اجتماعات اور نشستوں میں گیا ،کہیں اپنا ذکر نہ سنا، وہ جو بات بات پر مجھے جدید غزل کا ٹرینڈ سیٹر کہا کرتے تھے، جیسے بھول ہی تو چکے تھے، اب ان کے ملازموں نے میری کتابیں ڈسپلے سے ہٹا دی تھیں، ایک چکر میں نے قبرستان کا لگایا، میری قبر کا برا حال تھا، گھاس اگی تھی، کتبہ پرندوں کی بیٹ سے اٹا تھا، ساتھ والی قبروں کی حالت بھی زیادہ بہتر نہ تھی۔

ایک سال کے جائزے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میری موت سے دنیا کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا، رمق بھر بھی نہیں! بیوی یاد کر لیتی تھی تاہم بچے، پوتے نواسے، پوتیاں سب بھول چکی تھیں، ادبی حلقوں کے لیے میں اب تاریخ کا حصہ بن چکا تھا، جن بڑے بڑے محکموں اور اداروں کا میں سربراہ رہا تھا، وہاں ناموں والے پرانے بورڈ تک ہٹ چکے تھے اور نئے بورڈ بھی مسلسل بھرتے جا رہے تھے، دنیا رواں دواں تھی، کہیں بھی میری ضرورت نہ تھی، گھر میں نہ باہر!

پھر تہذیبی، معاشرتی اور اقتصادی تبدیلیاں تیزی سے آرہی تھیں اور آئے جا رہی تھیں، ہوائی جہازوں کی رفتار چار گنا بڑھ چکی تھی، دنیا کا سارا نظام سمٹ کر موبائل فون کے اندر آچکا تھا، میں ان جدید ترین موبائلوں کا استعمال ہی نہ جانتا تھا۔

فرض کیجئے! میں فرشتوں سے التماس کر کے دوبارہ دنیا میں نارمل زندگی گزارنے آ بھی جاتا تو کہیں خوش آمدید نہ کہا جاتا! بچے پریشان ہوجاتے، ان کی زندگیوں کے اپنے منصوبے اور پروگرام تھے جن میں اب میری گنجائش کہیں نہ تھی! ہوسکتا ہے بیوی بھی کہہ دے کہ تم نے واپس آکر میرے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے، مکان بک چکا، میں ایک تو کسی بچے کے پاس رہ لیتی، دو کو اب وہ کہاں سنبھالتے پھریں گے، ہیں دوست تھوڑے سے یہ اب باقی بچے تھے، وہ بھی اب بیمار اور چل چلاؤ کے مراحل کا سامنا کر رہے تھے! میں واپس آتا تو دنیا میں مکمل طور پر اَن فِٹ ہوتا، نئے لباس میں پیوند کی طرح۔ جدید بستی میں پرانے مقبرے کی مانند!

◆◆◆

ص ۴۳ کا بقیہ

یوں ایک ایسی تحریک کا آغاز ہوتا ہے جس کے روحانی اور علمی اثرات نا صرف بغداد پر پڑتے ہیں بلکہ سرحدوں کی حدود و قیود سے ماوراء علما، عوام سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ سے فیض لینے طویل مسافتیں طے کر کے آتے اور اصلاح نفس اور تزکیہ نفس کے بعد فیضان غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالا مال ہو کر دین کی تبلیغ شروع کر دیتے۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تاثرات ضرور لکھیں، آپ کے تاثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

تعلیمات غوث اعظم کی عصری جہات

حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''غوثیتِ کبریٰ'' جیسے بلند مقام ومرتبہ اور شان وعظمت سے نوازا ہے، آپ اجلّ ساداتِ کرام سے ہیں، والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں۔ آپ 470 یا 471ھ میں، رمضان شریف کے مبارک مہینے میں بغداد شریف کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے، ایک قصبہ ''جیلان'' میں پیدا ہوئے۔(۱)

زُہد وتقویٰ اور علم وعمل میں بعطائے الٰہی آپ کو کمال حاصل تھا، کئی عشروں تک درس وتدریس کے ذریعے تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے، چالیس 40 سال تک مسلسل وعظ ونصیحت کے ذریعے مخلوقِ خدا کی رَہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا۔(۲) آپ کی تبلیغ اور دعوتِ فکر سے متاثر ہوکر پانچ سو 500 سے زائد یہود ونصاریٰ نے دین اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکو، چور، فُسّاق وفجّار، فسادی اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔(۳)

ظاہری وباطنی علوم میں مہارت کے اعتبار سے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علما وصالحین اور علمِ دین کے متلاشی طلبا، آپ کے سامنے زانوئے تلمُّذ طے کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، امام مُوفق الدّین بن قُدامہ فرماتے ہیں کہ ''ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو دیکھا کہ شیخ سیّد عبد القادر جیلانی اُن لوگوں میں سے ہیں، جنہیں وہاں پر علم وعمل اور حال (رُوحانیت) و فتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے، کوئی طالب علم یہاں کے علاوہ کسی اَور جگہ کا ارادہ اس لیے نہیں کرتا؛ کہ آپ میں تمام علوم جمع ہیں اور جو آپ سے علم حاصل کرتے، آپ ان تمام طلبہ کے پڑھانے میں صبر فرماتے، آپ کا سینہ فراخ تھا، آپ سیَر چشم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ میں اَوصافِ جمیلہ اور اَحوالِ عزیزہ جمع فرما دیئے تھے۔''(۴) سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں ہوا، بوقت انتقال آپ کی عمر شریف تقریباً نوّے ۹۰ برس تھی(۵) آپ کا مزار شریف بغداد میں واقع ہے، جو زیارت گاہِ ہر خاص وعام ہے۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم کی اہمیت وضرورت

اَخلاقی اَقدار کے اعتبار سے ہمارا مُعاشرہ آج جتنی پستی اور زبوں حالی کا شکار ہے، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اَخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا، آج باہمی پیار محبت، اِیثار واِخلاص کی جگہ، نفرت وکُدورت، خود غرضی ومفاد پرستی اور لالچ وحرص جیسی مُعاشرتی برائیاں ہمارے اندر عام ہوچکی ہیں، کوئی کسی کے لیے قربانی دینے یا احساس کرنے کے لیے تیار نہیں، حُبِ دنیا اور حُبِ جاہ کا فتور ہمارے دماغوں میں سما چکا ہے، اپنا مفاد دیکھے بغیر کوئی کسی کی مدد کو تیار نہیں، رِضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ اب ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے، ہر طرف مادّہ پرستی کا دَور دَورہ ہے، ایسے دِگرگوں حالات میں حضور سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی اَخلاقی، رُوحانی اور مذہبی تعلیمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں، جس طرح آپ نے اپنے وعظ ونصیحت اور تعلیمات سے شہر بغداد میں ٹوٹ پھوٹ کے شکار اور اَخلاقی اَقدار سے محروم مُعاشرے کو صراطِ مستقیم پر چلایا، مُعاشرتی بگاڑ ختم کیا اور دین وملّت کا اِحیا کیا، بالکل اسی طرح آج بھی اگر ہم تعلیماتِ غوثِ اعظم پر عمل پیرا ہوجائیں اور انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنالیں، تو عالمِ اسلام اپنی تمام محرومیوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور عصر حاضر میں کفّار ومشرکین کی دین اسلام کے

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

خلاف تمام سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری نوجوان نسل دینی درسگاہوں اور ایسی خانقاہوں سے اپنے تعلق کو مضبوط کر لے، علما وصالحین اور اولیائے کاملین کی صحبت اختیار کرے، حضور سیّدنا غوثِ اعظم کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرے اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرے، فرائض وواجبات کی پابندی کرے، اتباعِ شریعت کرے، ہر کام میں اللہ ورسول کی رضا کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے، اپنے دل میں اِیثار واِخلاص اور قربانی کے جذبات پروان چڑھائے، اور خود غرضی، مفاد پرستی اور لالچ وحرص سے نجات حاصل کرے۔

تعلیماتِ غوثِ اعظم سے رُوگردانی کا نقصان

نہایت بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہماری اکثریت سیّدنا غوثِ اعظم کے بارے میں ”گیارہویں والے پیر“ سے زیادہ کچھ نہیں جانتی، وہ ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم دلا کر یہ سمجھتے ہیں کہ حق عقیدت ادا ہوگیا، انہوں نے کبھی اس بات کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کبھی حضور غوثِ پاک کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کریں، ان کی دینی خدمات کے بارے میں جانیں اور ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

ہمارے لوگ اپنے آستانوں پر ”سیّدنا غوثِ اعظم“ کا اسمِ گرامی تو بڑے شوق اور عقیدت سے لکھواتے ہیں، بعض اپنی مساجد ومدارس کے نام بھی سیّدنا غوثِ اعظم کی نسبت سے ”جامع مسجد غوثیہ“ یا ”دارالعلوم غوثیہ“ وغیرہ رکھتے ہیں، یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن قابلِ اعتراض پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سیّدنا غوثِ اعظم کی تعلیمات سے آگاہ کیوں نہیں کرتے؟ اپنی مساجد ومدارس میں ان کی کتب سے درسِ تصوّف کیوں نہیں دیتے؟ سیّدنا غوثِ اعظم کی کوئی کتاب شاملِ نصاب کرکے ان کی رُوحانی واَخلاقی تربیت کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارا یہ فعل حضرت سے عقیدت کے مُنافی نہیں؟ کیا ہم واقعی سیّدنا غوثِ اعظم کے ماننے والے ہیں؟ ہم شیخ عبدالقادر جیلانی کے کیسے پیروکار یا مرید ہیں جو اپنے ”بڑے پیر صاحب“ کے ارشادات وتعلیمات سے ہی آگاہ نہیں۔

سیّدنا غوثِ اعظم کی تعلیمات سے عدمِ اِلتفات اور رُوگردانی کا نتیجہ ونقصان یہ ہے، کہ آج فاسق وفاجر لوگوں نے ”تصوّف وطریقت“ کو بطورِ دھندہ اپنا لیا ہے، گلی گلی آستانے کھل چکے ہیں، ان جعلی پیروں کو نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں، چہرے سے سنّت رسول بھی غائب ہے ”نعرۂ حیدری“ اور ”نعرۂ غوثیہ“ کی آڑ میں اپنی دکان چمکائے بیٹھے ہیں، مردوزَن کا اختلاط عام ہے، غیر شرعی اُمور کا سرعام ارتکاب کیا جارہا ہے، لیکن کوئی روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں۔

یقین جانیے! اگر ہم نے حضور غوثِ اعظم کی تعلیمات کو عام کیا ہوتا، تو ایسے لوگوں کو آج عوام خود ہی مسترد کردیتی، ان کی دکان کھلنے سے پہلے ہی بند ہوجاتی! لیکن صد افسوس کہ ہم لوگوں نے اپنی ساری توجہ ”گیارہویں شریف کا ختم“ دلانے اور ”لنگر غوثیہ“ کھانے کھلانے پر مبذول رکھی، جبکہ تعلیماتِ غوثِ اعظم کو یکسر فراموش کربیٹھے اور اس کوتاہی کے باعث ہونے والا نقصان آج ساری امت بھگت رہی ہے۔ دو2 نمبر قسم کے جعلی پیر کس طرح غیر محرم عورتوں کو گلے سے لگاتے، بوس وکنار کرتے، ناچتے نچاتے اور گاتے ہیں، اس طرح کی ویڈیوز (Videos) آئے روز ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سوشل میڈیا (Social Media) کی زینت بنتی رہتی ہیں، اب یہ ہمارے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اپنی تقریر اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ ان جعلی پیروں، فقیروں اور چرسیوں، ملنگوں سے نجات دلائیں اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات سے آگاہ کریں۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم کی عصری جہات

غوثِ صمدانی، قطبِ ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی کو اس دنیا سے پردہ فرمائے تقریباً پونے نوسو سال سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ کی رُوحانی، اَخلاقی اور مذہبی تعلیمات کی اہمیت اس نفسا نفسی اور مادّہ پرستی کے دَور میں آج بھی جُوں کی توں برقرار ہے، عصری جہات اور اپنی اہمیت واِفادیت کے اعتبار سے سیّدنا غوثِ اعظم کی چند تعلیمات حسبِ ذیل ہیں:

حصولِ علمِ دین کے بغیر خلوت نشینی کی ممانعت

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پیری فقیری کو بطورِ دہندہ اپنانے والے نااہل لوگوں کی تعداد، روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے، جسے کوئی کام دھندہ نہیں ملتا وہ عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھ کر اور گلے میں تسبیح ڈال کر، ایک دو 2 چلّے کاٹتے ہیں اور پھر جعلی پیر بن کر عوام کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں، یہ انتہائی مذموم امر ہے، لہٰذا برائے مہربانی صرف اہلِ علم اور باعمل لوگوں کا دامن تھامیں اور فُسّاق وفُجّار سے بچ کر رہیں۔

یاد رکھیے! جو شخص اعلانیہ گناہ کرتا ہو، یا علمِ دین سے نابلد ہو، وہ پیر بننے کا ہرگز اہل نہیں، لہٰذا جو شخص راہِ تصوّف کا مسافر بننا چاہتا ہے اور اس کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ سب سے پہلے علمِ دین حاصل کرے، اَحکامِ شریعت کو اپنی ذات پر نافذ کرے، پھر اس کے بعد اس پُرخار راہ پر اپنے سفر کا آغاز کرے، عصرِ حاضر میں حصولِ علمِ دین کے بغیر شارٹ کٹ (Short Cut) طریقے سے پیر بننے اور ایک دو 2 چلّے کاٹ کر ولایت کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے شیخ عبد القادر جیلانی نے صدیوں پہلے ارشاد فرمایا کہ (پہلے) فقہ سیکھو، اس کے بعد خلوت نشیں ہو! جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، لہٰذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو (۶) حضور غوثِ اعظم کا یہ فرمان عصری جہت اور افادیت کے اعتبار سے، آج بھی اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے صدیوں پہلے تھا۔

اتباعِ شریعت کی تاکید

آج کل کے دو نمبر پیروں اور جاہل مریدوں نے خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا نام دین سمجھ لیا ہے، جہاں ایک طرف جعلی اور ماڈرن پیر، نوجوان مریدنیوں کو بغل میں لے کر ڈانس کرتے، سوئمنگ پول (Swimming Pool) میں نہاتے اور موسیقی کی محافل سجا کر اپنے مریدوں کے لیے انٹرٹینمنٹ (Entertainment) کا ساماں کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف جاہل مرید بھی ایسے پیروں کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں، جو نماز روزہ کے مُعاملے میں زیادہ سختی نہ برتیں اور چہرے پر داڑھی سجانے کو نہ کہیں۔ ایسوں کو شریعت مطہرہ کے اَحکام اور اس کی حُدود کی پاسداری سے متعلق، حضور غوثِ اعظم نے جو تنبیہ فرمائی، وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور عصری تقاضوں کے عین مُطابق ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے ارشاد فرمایا کہ ''شریعتِ پاکیزہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے، خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔'' (۷)

سنن ومستحبات پر فرائض وواجبات کو ترجیح

آج کل ہم لوگ فرائض وواجبات میں غفلت وسستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جبکہ سنن ونوافل اور مستحبات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ بارہا دیکھنے میں آیا کہ اگر کہیں محفلِ نعت، دینی جلسہ، پروگرام یا کسی ریلی وغیرہ کا انعقاد ہورہا ہو، تو اس کے منتظمین یا شرکا اس کے انتظام وانصرام اور شرکت کے لیے اس قدر پُرجوش ہوتے ہیں، کہ نماز تک کو بھول جاتے ہیں، یہ انتہائی مذموم اَمر ہے، ایسا کرنے کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں۔

سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک زندگی بھر اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو فرائض وواجبات کی پابندی اور انہیں ہر عمل پر ترجیح دینے کا درس دیتے رہے، عصری جہت کے اعتبار سے آپ کی ایسی تعلیمات اب پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہیں، محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی نے ارشاد فرمایا کہ ''مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے اور ان سے فراغت کے بعد سنّتوں پر توجہ دے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنّتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے، اگر کوئی شخص ادائے فرض کے بجائے سُنن ونوافل میں مشغول ہوا، تو وہ ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور بادشاہ کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔'' (۸)

خواہشاتِ نفس کی مخالفت

عصرِ حاضر میں پنپنے والی مُعاشرتی برائیوں میں سے ایک

برائی یہ بھی ہے، کہ لوگ ایک دوسرے کے دینی مقام ومنصب کا لحاظ کیے بغیر، معمولی سی بات پر باہم جانی دشمن بن جاتے ہیں، اپنی نفسانی خوشی کی خاطر زندگی بھر اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، ہمارے قبائلی علاقوں میں ایسی دشمنیاں خاندانوں کے خاندان نگل گئیں، لیکن نفس کی تسکین کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، ہمیں چاہیے کہ عفوودرگذر سے کام لیں، حد سے نہ گزریں اور شرعی اَحکام کو ملحوظِ خاطر رکھیں، کسی کا کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ ہو، اُسے شریعت کی کسوٹی پر رکھ کر فیصلہ کریں، اور نفس کے غلام ہرگز نہ بنیں۔

حضور غوث الثقلین خواہشاتِ نفس کی مخالفت کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’جب تُو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن وسنّت پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت؛ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۹) خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔‘‘(۱۰)

غرور وتکبر اور خودستائشی سے پرہیز کی تلقین

موجودہ دَور میں غرور وتکبر اور خودستائشی کا مرض بہت عام ہے، مال ودَولت اور منصب کے اعتبار سے جو تاجر، سیاستدان، عالم دین، وکیل، یا صحافی اور پیر وغیرہ چند دنیاوی کامیابیاں سمیٹ لیتا ہے، وہ پھولے نہیں سماتا، وہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اس نے اپنی سوجھ بوجھ اور طاقت کے بل بوتے پر حاصل کیا ہے، اگر وہ فلاح وبہبود پر مشتمل کوئی نیک کام کرلے، یا کسی فورم (Forum) پر اسے لیکچر (Lecture) وتقریر کے لیے مدعو کرلیا جائے، تو اُس کے غرور وتکبّر کی کوئی انتہا نہیں رہتی، اپنے منہ سے اپنی ہی تعریفوں کے وہ پُل باندھتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ شہنشاہِ بغداد نے ایسوں کو غرور وتکبّر اور خودستائشی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’جب تم تمام اشیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانو اور سمجھو کہ نیک کام کرنے کی توفیق وہی دیتا ہے اور نفس کا اس سے کچھ بھی لگاؤ نہ رکھو، تو تم اس عُجب وغرور سے بچ جاؤ گے۔(۱۱)

اپنی غربت وافلاس کا کسی پر اظہار نہ کرو

یہ دنیا آزمائش گاہ ہے، اللہ رب العالمین کی طرف سے آزمائش کے مختلف طریقے ہیں، کسی کو زیادہ مال ودَولت دے کر آزمایا جارہا ہے، تو کسی کو بھوک، غربت اور تنگی وافلاس کے ذریعہ، اللہ کے نیک بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں، لیکن بعضوں کو دیکھا گیا ہے کہ معمولی سی مشکل آنے پر دوہائیاں دینا شروع کردیتے ہیں، صبر کا مظاہرہ کرنے کے بجائے دوسروں کے سامنے اپنے گھریلو حالات کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں، ایسا کرنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں، ایسوں کے لیے حضور پیرانِ پیر روشن ضمیر کا یہ فرمان کہ ’’فقر کو چھپانا زیادہ لائق ومستحسن ہے۔‘‘(۱۲) کسی بہت بڑے خزانے سے کم نہیں ہے۔

صدق اور قربِ الٰہی کا حصول

بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہے، کہ اللہ رب العزت ہم سے راضی ہوجائے، ہمیں اس کا قُرب نصیب ہو جائے، ہم اس کے فرمانبردار بندے بن جائیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم جھوٹ، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، ناپ تول میں کمی جیسی مُعاشرتی برائیوں اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اگر ہم واقعتًا اپنے رب کو راضی کرنا چاہتے ہیں، تو ان تمام برائیوں اور گناہوں سے نجات حاصل کرکے، ہمیں ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا ہوگا، حضور غوثِ اعظم قربِ الٰہی کے حصول کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’سچائی اور راست بازی اختیار کرو، اگر یہ دونوں صفتیں نہ ہوتیں، تو کسی شخص کو بھی قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔‘‘(۱۳)

اے اللہ! ہمیں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصہ عطا فرما، اپنی محبت واطاعت اور ولایت عنایت فرما، بزرگانِ دین کی تعلیمات کی روشنی میں ایک اچھا مسلمان بننے کا جذبہ عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، بقیہ ص ۱۷/ پر

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت

ابتدا ہی سے حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی رہی ہے، اور فتح بالآخر حق کی ہوئی۔ باطل ہمیشہ کروفر اور لشکر جرار؛ طاقت و توانائی سے لیس آیا؛ اس کے ساتھ اقتدار بھی رہا جب کہ اہلِ حق قلیل لیکن تائید غیبی اور مشیت ایزدی کے فضلِ خاص سے مالا مال ہو کر میدانِ عمل میں سرخ رُو رہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ ایک مردِ حق آگاہ نے باطل کے عزائم کو خاک میں ملا دیا، تاریخ انسانیت میں احقاقِ حق کے لیے مشیت کی طرف سے ایسے معاملات بارہا ظہور پذیر ہوئے۔

پانچویں صدی ہجری کا آخر بڑا ہول ناک تھا، گلستانِ اسلام کو اُجاڑنے کی صدیوں سے جاری مہم لگ بھگ کام یاب دکھائی پڑتی تھی؛ یہودیت وعیسائیت نے طوائف الملوکی کو ہوا دے کر مسلمانوں کو باہم برسرِ پیکار رکھا، داخلی طور پر فتنوں کو ہوا دی؛ دہریت، لادینیت، اسلامی بصیرت کو بنجر بنانے کے لیے فلسفۂ خام پورے شباب پر تھے۔ لباسِ خضر میں چارسُو رہ زن پھرتے تھے، شریعت کی حدود کی پامالی عام تھی، اہلِ ایماں کرب واضطراب میں تھے:

الٰہی تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اصلاح وتجدید کی شدید ضرورت تھی

مشیتِ ایزدی نے ایسے نازک حالات اور عہدِ قحط الرجال میں سرزمینِ جیْل نواحِ بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم (۴۷۰ھ-۵۶۱ھ) کو خانوادۂ سادات میں پیدا فرمایا، آپ نے بغداد کو اپنی سرگرمیوں کا محور بنایا، اس لیے کہ اس دور میں بغداد ہی لادینی سرگرمیوں کا منبع تھا جہاں سے اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑنے کی مہم شباب پائی تھی، بہت جلد غوث اعظم کے مواعظ وارشادات اور فلسفۂ خام کے مقابل کرامات کی شہرت دُور دُور پہنچ گئی، عامۃ المسلمین کی فکری اصلاح نیز خواص کی تربیت کے لیے غوث اعظم نے وعظ کا سہارا لیا جب کہ درس گاہِ غوثیت سے خوشہ چینی کرنے والے ہزاروں ہیں، یہ ہزارہا تلامذہ دراصل اسلام کے عظیم مبلغ، محدث، مفسر اور صاحبانِ روحانیت وتاج ورِ ولایت تھے۔ اس طرح اسلام کی حفاظت وصیانت کا ایک پورا نظام آپ نے قائم فرما دیا۔

اس تحریر میں تعلیماتِ غوثیہ کی عصری اہمیت وافادیت کا تجزیہ مقصود ہے، تعلیماتِ غوث اعظم کے نتیجے میں بہت جلد فتنوں نے دم توڑ دیا، بغداد میں اسلامی علوم وفنون کی وہ بہار پھر لوٹ آئی جو ابتدائی صدیوں میں سایہ فگن تھی، درس ووعظ کا یہ عرصہ چالیس برس جاری رہا، پہلا وعظ ۵۲۱ھ میں اور آخری درس ۵۶۱ھ میں دیا۔ درس ووعظ وارشاد میں تفسیر وحدیث، علم وفن، مسائل شرع، فقہ و تصوف اور عرفان کا دریا رواں دواں ہوتا جس سے ایک طرف ایمان کی فصل ہری ہوتی تو دوسری طرف بے ایمان دل نورِ ایمان سے منور ہو جاتے، ملفوظات کے لکھنے کے لیے ۴۰۰ علما مامور تھے۔

دعوتِ اسلام

غوث اعظم فرماتے ہیں: میرے ہاتھ پر پانچ سو سے زیادہ یہود ونصاریٰ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے ہیں اور لاکھوں سے زیادہ گناہ گار ومعصیت کیش توبہ کر کے راہِ راست پر گام زن ہوئے ہیں۔ (چار بڑے اقطاب، ص ۲۲)

توحید: توحید پر جمے رہو۔ توحید (کے رنگ میں رنگے رہو)؛ توحید (کی رسی مضبوطی سے تھام لو)؛ کیوں کہ توحید ہی سرمایۂ نجات ہے، (مرجع سابق، ص ۲۵)

پیغام: اے خوابیدہ شخص! بیدار ہو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

تیرے سامنے عذاب کے لشکر سزا کے لیے پہنچ چکے ہیں اور تو ان کا مستحق بھی ہے، لیکن رحیم وکریم رب کی وجہ سے محفوظ ہے۔

(ص ۱۹۹، قلائدالجواہر)

دنیا: اسے (دنیا کو) جب بھی موقع ملے گا تجھ کو لُوٹ لے گی اور تجھ جیسے کتنے ہی لوگ اس کی چمک دمک اور اس کے حرص و طمع سے فریب کھا چکے ہیں۔ (مرجع سابق)

اسی کی توضیح مصلح ملت امام احمد رضا محدث بریلوی قادری (م ۱۹۲۱ء) ایک شعر میں فرماتے ہیں:

شہد دکھائے زہر کھلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اِس مُردار پہ کیا للچایا دُنیا دیکھی بھالی ہے

ایک مقام پر آپ دُنیا کی حقیقت ان لفظوں میں وا کرتے ہیں: دُنیا ایک گزرگاہ ہے اور قیامت مصائب وتلخیوں کی آماج گاہ۔ (مرجع سابق، ص ۲۰۶) یعنی زندگی کی راہ میں اگر احکام الٰہی وفرامینِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاس داری نہ رہی تو اس کا صلہ آخرت میں مصائب وسختیوں کی شکل میں ملنا ہے؛ آخرت کی تیاری کا ساماں ابھی سے کیا جائے۔

صدق: صدق وصفا کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو، کیوں کہ ان دونوں کے بغیر انسان قربِ الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔

(مرجع سابق، ص ۲۰۴)

اہتمام سُنّت

سُنّتِ نبوی اور اجماعِ اُمّت پر قائم رہنا؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ بلاشبہ یہ (دین اسلام) میرا سیدھا راستہ ہے، اسی پر چلتے رہو۔ (مرجع سابق، ص ۲۱۹)

صوفی: موجودہ دور میں شریعت سے بغاوت کرنے والے، دُنیا سے محبت واُلفت کا رستہ جوڑنے اور طمع سے تعلق رکھنے والے خود کو صوفی کہلواتے ہیں؛ ایک طبقہ توہینِ رسالت بھی کرتا ہے اور پھر بھی صوفی؛ غوث اعظم فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو اپنی مُراد کو مُرادِ حق کے تابع کردے۔ ترکِ دُنیا کر کے مقدّرات کی موافقت کرنے لگے۔ (مرجع سابق، ص ۲۴۴)

صوفی کو دوسرے لفظوں میں فقیر بھی کہا جاتا ہے، یہ فقیر وہ نہیں جو بھیک مانگتے ہیں بلکہ یہ فقر واستقامت والے ہوتے ہیں، اسی طبقے نے براعظم ایشیا وافریقہ کے بیش تر علاقوں میں اسلام کی کامیاب اشاعت کی، لیکن آج فقرا وصوفیا میں وہ اثر نہیں رہا! الا ماشاءاللہ؛ اس کا سبب افکار وکردار سے تابندگی کا رُخصت ہوجانا ہے، غوث اعظم کا یہ درس صوفیا کے لیے درسِ عمل اور آفاقی تربیت کا استعارہ ہے: فقیر کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کی فکر میں جولانی ہو، اس کے اندازِ فکر میں جوہر ہو......صداقت کے سوا اور کوئی راستہ اختیار نہ کرے۔ اس کا سوال کرنا صرف حصولِ علم کے لیے ہو۔ (مرجع سابق، ص ۲۵۱)

صبر وشریعت

صبر نام ہے مصائب وابتلا میں ثابت قدمی اور شریعت کے دامن کو پکڑے رہنے کا۔ (مرجع سابق، ص ۲۴۶)

وہ لوگ سبق لیں جو ضرورت اور تقاضا کی آڑ میں شریعت کی بیخ کنی کرتے ہیں، انتشار پھیلاتے اور علماے شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یاد رکھیں! شریعت پر استقامت ہی سُنّت کا راستہ ہے، باقی دُنیا کی طلب ہے اسی کی خاطر شریعت سے رُوگردانی کی جاتی ہے، مذکورہ ارشاد پر علما، داعیانِ دین کی توجہ خاص درکار ہے۔ کتاب وسنت کی پیروی: حضرت غوث اعظم ایک مرتبہ اولیا کی جماعت کے ساتھ امام حنبل کے مزار کی زیارت کو گئے، اس موقع پر شیخ عدی کو یہ نصیحت کی: میں تمھیں کتاب وسُنّت کی پیروی کی تلقین کرتا ہوں۔ (مرجع سابق، ص ۲۶۳)

اس ارشاد سے وہ لوگ سبق لیں جو معرفت کا راستہ فرایض وسنت کے ترک کو سمجھتے ہیں، نمازوں سے غفلت کرتے ہیں اور خود کو اہل اللہ سمجھتے ہیں، بہ طورِ نمونہ تعلیماتِ غوثیہ سے عطر کشید کر کے پیش کر دیا گیا، عہدِ رواں کے تناظر میں دیکھو تو لگتا ہے کہ یہ ارشادات حال کے شامیانے میں کہے گئے، ان ارشادات میں وہ پیغام ہے جنھیں آج بھی گلشنِ حیات میں آویزاں کر لیا جائے تو مصائب کی خزاں دور ہوجائے گی اور امیدوں کے سیکڑوں لالہ ونرگس کھل اٹھیں گے۔ ضرورت عمل کی ہے۔ ◆◆◆

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

حیات غوث اعظم! امت کے لئے مشعل راہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان گنت لوگوں کو پیدا فرمایا اور مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے اس دنیائے فانی میں انبیائے کرام، پیغمبران عظام اور رسولان عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور جب تک یہ حضرات زندہ رہے مخلوق کی رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے، پھر جب اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے تو اب اللہ تعالیٰ نے یہ کام اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سپرد فرمایا اور اولیائے کرام کی جماعت اس کار خیر کو بخوبی انجام دے رہی ہے۔

اس تناظر میں جب ہم حضور سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے آپ کے آنے سے پیشتر دنیا کا عجب حال تھا، برائیاں اور مسلمانوں کے مابین انتشار ہو چکا تھا، اجتماعی قوت مفقود ہو چکی تھی، پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام میں ایک ہولناک انتشار پیدا ہو چکا تھا، مسلمانوں کی اجتماعی قوت فرقہ بندی اور باہمی دست وگریباں وافتراق کی نذر ہو چکی تھی۔

ان میں بدعات اور غیر اسلامی معتقدات کی نشو و نما خوب زور و شور سے ہو رہی تھی، ہر چہار جانب محرومی، شقاوت، جبر و استبداد اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا، غیر مسلم اقوام اس کا مکمل طور سے بھر پور فائدہ اٹھا رہی تھیں، وہ نہ صرف مسلمانوں کو اختیار واقتدار سے بے دخل کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی بلکہ اپنے ادیانِ باطلہ کو دین حق سے افضل واعلیٰ ثابت کرنے کے لئے بھی مکمل کوشاں تھیں۔

الغرض نکبت وادبار کی منحوس عفریت ملت اسلامیہ پر ہر چہار جانب سے چھا رہی تھی اور دین حنیف پر پژمردگی طاری تھی یکا یک رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک روشنی سے بھر پور مردِ کامل کا ظہور ہوا، جس کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو تازہ حیات بخش دی، مردہ دلوں کو نور الٰہی سے منور و مجلی کر دیا، وہ ایک ابر رحمت تھا جس نے بے برگ وبار، خزاں رسیدہ شجرِ ملت اسلامیہ کو سرسبز وشاداب کر دیا یہ مردِ کامل کون تھا؟ جامعِ علوم وفضائل منبعِ رشد و ہدایت، آسمانِ ولایت کا مہر عالم تاب، قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، غوث الثقلین، سید الاولیاء حضور شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات تھی۔

نام وکنیت

اسم گرامی عبد القادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین تھا، عامۃ المسلمین میں آپ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

سلسلۂ نسب

آپ کا معزز سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے چودہ واسطوں سے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے اس طرح آپ دونوں طرف سے سید ہیں، امیر کشور شعر وسخن رئیس التحریر عاشق رسول حضرت علامہ عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ والرضوان حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالی مرتبت نسب کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں:

آں شاہ سرفراز کہ غوث الثقلین است
دراصل صحیح النسبین از طرفین است
از سوئے پدر تا بحسن سلسلۂ اوست
واز جانب مادر دُر دریائے حسین است

وہ عالی مرتبت بادشاہ جو غوث الثقلین ہیں، فی الحقیقت نسبی

لحاظ سے نجیب الطرفین ہیں، والد ماجد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

ولادتِ باسعادت

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت سے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک 470ھ کو عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک 471ھ کو بوقت شب کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئے۔

جائے پیدائش

حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولد مبارک عراق کے دار الخلافہ بغداد سے تقریباً چار سو میل کے فاصلہ پر قصبہ نیف علاقہ گیلان بلاد فارس ہے، شبِ ولادت کی صبح رمضان المبارک کی سعادتوں اور برکتوں کو اپنے جلو میں لئے ہوئے تھی، گویا یکم رمضان المبارک اس دنیائے رنگ و بو میں آپ کی آمد کا پہلا دن تھا حضرت غوث پاک نے روزِ اوّل ہی روزہ رکھ کر ثابت کر دیا کہ آپ جن صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے ان کی سعادت کسبی نہیں وہبی تھی، حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ایک شعر میں اپنے زمانۂ رضاعت کے روزوں کا ذکر کیا ہے۔

بدایۃُ امری ذِکرُہ ملاء الفضاء
وَ صومی فی مھدی بہ کان

یعنی میرے زمانۂ طفولیت کے حالات کا ایک زمانہ میں چرچا ہے اور گہوارہ میں روزہ رکھنا مشہور ہے، آپ نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ ایک صدمۂ جانکاہ سے دوچار ہونا پڑا یعنی آپ کے والد ماجد حضرت شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس طرح آپ اپنے ہادی و آقا سید المرسلین خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مانند کمسنی میں درِ یتیم بن گئے، اس وقت آپ کے نانا حضرت سید نا عبد اللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے انہوں نے یتیم نواسے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

تحصیل و تکمیلِ علوم

حضرت غوث پاک کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی پھر بغداد پہنچ کر مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے، یہ مدرسہ دنیائے اسلام کا مرکز علوم و فنون تھا اور بڑے بڑے نامور اساتذہ اور ائمۂ فن اس سے متعلق تھے علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت، علم شریعت، علم طریقت غرضیکہ کوئی ایسا علم نہ تھا جو آپ نے اس دور کے باکمال اساتذہ وائمہ سے حاصل نہ کیا ہو اور صرف حاصل ہی نہیں بلکہ ہر علم میں وہ کمال پیدا کر لیا کہ تمام علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے، آپ نے 496ھ میں ان علوم و فنون میں تکمیل کی سند حاصل کی اور تمام علوم کے امام بن گئے، کرۂ ارض پر کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

مجاہدات و ریاضات

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری، وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار۔ جوانی میں توبہ کرنا شیوۂ پیغمبری ہے۔ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، چھبیس سال کی عمر ارمانوں اور امنگوں سے بھرپور ہوتی ہے، شباب کی مستیاں ہر لحظہ اکساتی ہیں، شباب کی ان فتنہ انگیزیوں سے اگر کوئی مردِ خدا دامن بچا کر نکل جائے تو اس کی خوش قسمتی کا کیا کہنا، حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بھی 496ھ میں چھبیس سال کی تھی دنیائے رنگ و بو کی رنگینیاں ہر طرف سے دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں، لیکن آپ نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور عراق کے وسیع و عریض بے آب و گیاہ بیابانوں کو اپنا مسکن بنا لیا دن رات ہولناک دشت و بیابان میں پھرتے رہتے تھے۔

496ھ میں ہر قسم کے علوم پر کامل عبور حاصل کر کے مجاہدات و ریاضت میں مشغول ہو گئے چنانچہ 496ھ سے 521ھ تک پچیس سال کی طویل مدت میں آپ نے طریقت و تصوف کی عملی تعلیم حاصل کی۔ دنیا سے تعلق قطع کر کے خدا سے لو لگائی اور کثرت عبادت و ریاضت سے فنا فی اللہ و فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچے، ان مجاہدات نے انہیں عزیمت و استقامت اور اتباعِ کامل کا پہاڑ بنا دیا۔

خرقۂ ارادت

سیدنا غوثِ اعظم کے ورودِ بغداد کے وقت حضرت ابوالخیر حماد بن مسلمہ الدباس اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمی علومِ طریقت کے مسلم رہنما تھے دونوں اولیائے کامل تھے، سیدنا غوث اعظم نے ان دونوں بزرگوں سے بے شمار فیوض روحانی حاصل کئے لیکن ابھی بیعت وارادت کے رشتے سے منسلک ہونا باقی تھا جب آٹھ سال کی طویل مدت میں ہر قسم کے علوم میں یکتا ہو گئے اور پھر پچیس سال کی بے مثال مجاہدات وریاضات کے بعد آپ کو پورا تزکیۂ نفس حاصل ہوگیا تو وقت آ گیا کہ آپ کا ہاتھ کسی پیر طریقت کے ہاتھ میں دے دیا جائے، چنانچہ منشائے الٰہی کے مطابق آپ حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، پیر کامل کو مرید کامل پر بے حد ناز تھا، ایک دن حضور غوث پاک اپنے پیر کامل کے پاس مسافر خانہ میں بیٹھے تھے کسی کام کے لئے اٹھ کر باہر گئے تو قاضی ابوسعید مبارک نے فرمایا: اس جوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوں گے اور اس کے زمانے کے تمام اولیا اس کے آگے انکساری کریں گے، پھر حضرت شیخ ابوسعید مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خرقۂ ولایت پہنایا اور فرمایا: اے عبدالقادر یہ خرقہ جناب سرورِ کائنات رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، انہوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔

درس وافتا

سیدنا غوثِ اعظم نے ایک طرف تو باطل کے مورچوں پر عوامی خطبات کے ذریعہ حملہ کیا دوسری طرف درس وتدریس اور افتا کے ذریعہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا، دور دراز سے لوگ آپ سے علوم شریعت وطریقت حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق آتے، آپ پوری توجہ سے ان کی علمی تشنگی دور کرتے اور وہ علم کے اس بحرِ ذخار سے سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے چند سالوں کے اندر آپ کے تلامذہ اور ارادت مند تمام عراق، عرب، شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے، مدرسہ میں روزانہ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا، ایک اختلاف ائمہ اہل سنت کا اور ان کے دلائل کا ہوتا، علاوہ ازیں علوم طریقت کے متلاشیوں کو رموز شریعت سمجھاتے تھے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی تھی مذہب اہل سنت والجماعت کو آپ کے درس وتدریس سے بڑا فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقابلہ میں بداعتقادی اور بدعات کا بازار سرد پڑ گیا، آپ کے علم وفضل کا جب چہار دانگ عالم میں شہرہ ہوا تو ہر طرف سے بکثرت استفتا آنے لگے، آپ بالعموم مذہب حنبلی اور مذہب شافعی کے مطابق فتوے دیتے، فتویٰ نویسی کی سرعت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی استفتا آپ کے پاس رات بھر نہیں رہا، علما عراق آپ کے فتاویٰ کی صحت اور جواب کی سرعت پر بے حد تعجب کرتے اور آپ کی مدح سرائی کرتے، آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ تاج الدین عبدالرزاق علیہ الرحمۃ والرضوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بلادِ عجم سے آپ کے پاس ایک استفتا آیا جو اس سے پہلے اکثر علما عراق کے سامنے پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے اس کا تسلی بخش جواب نہیں دیا۔

استفتا کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کریگا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا اگر وہ ایسی نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاق ایسی عبادت کون سی ہوسکتی ہے تمام علما اس کا جواب دینے سے قاصر تھے، جب سیدنا غوث اعظم کے پاس یہ استفتا آیا تو آپ نے فوراً اس پر یہ فتویٰ دیا کہ وہ شخص مکہ معظّمہ چلا جائے مطاف اس کے لئے خالی کر دیا جائے اور وہ ایک ہفتہ تک تنہا طواف کرے یہ جواب سن کر علما حیران رہ گئے، اسی طرح آپ کے تمام فتاویٰ علم و حکمت کا مظہر اور ذہن رسا کا شاہکار ہوتے تھے۔

احیائے دین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیائے اسلام میں محی الدین کے معزز ومؤقر لقب سے پکارا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ آپ نے احیائے اسلام کے لئے بے مثال جدوجہد فرمائی، مجلسِ وعظ ہو یا خانقاہ کی

خلوت، مدرسہ کے اوقاتِ درس وتدریس ہوں یا مسند افتا، ہر جگہ آپ کی جدوجہد احیائے دین کے محور کے گرد گھومتی تھی، اسلام کی اس وقت کیا حالت تھی اس کا اندازہ آپ کے ان ملفوظات سے لگایا جاسکتا ہے، فرمایا اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے ظلم سے جوان میں موجود نہیں ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی دیواریں پے بہ پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد گری جاتی ہے، اے باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کردیں اور جو ڈھ گیا ہے اس کو درست کردیں یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، اے سورج! اے چاند! اور اے دن! تم سب آؤ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف لوگوں کو اس طرح بلاتے، غرض آپ کی عدیم المثال جدوجہد نے مردہ دلوں کے لئے مسیحائی کا کام کیا، آپ کی بے غرضی، دردمندی، خشیت الٰہی، اخلاص، پراثر کلام، پرتاثیر شخصیت اور احیائے اسلام کی بے پناہ تڑپ کی بدولت دین حق کو حیاتِ جاوداں ملی اور آپ کا یہ رفیع الشان کارنامہ نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے، راہِ حق میں آپ کی محیر العقول خدمات دیکھ کر انسان انگشت بدنداں ہوجاتا ہے اور آپ کا ''محی الدین'' ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا۔

آفتابِ علم وعرفان کا غروب 561ھ میں سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عمر مبارک کی نوے منزلیں طے کرچکے تھے اور اکانویں منزل میں داخل ہوچکے تھے کہ یکایک قویٰ میں اضمحلال محسوس ہوا جس نے آہستہ آہستہ شدید صورت اختیار کرلی اور آپ صاحبِ فراش ہوگئے، یہ علالت درحقیقت ذاتِ الٰہی سے محبت کی کشش تھی اور اس بات کا اشارہ تھا کہ بارگاہِ خداوندی کی طرف سے جلد ہی بلاوا آنے والا ہے۔

ماہِ ربیع الثانی 561ھ کے آغاز میں آپ کی علالت بہت شدید صورت اختیار کرگئی اور آپ کو یقین ہوگیا کہ عالم جاودانی کو رخصت ہونے کا وقت اب قریب آگیا ہے، چنانچہ رحلت سے چند روز پہلے ہی آپ نے اہل خانہ کو خبر دے دی کہ بہت جلد میں تم سے دائمی مفارقت اختیار کرنے والا ہوں اور یہ علالت اسی کا بہانہ ہے، وصال مبارکہ سے کچھ دیر پہلے آپ نے تازہ پانی سے غسل کیا اور نماز عشا ادا کی اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور سب مسلمانوں کے لئے بار بار یہ دعا مانگی: اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بخش دے اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر رحم فرما، اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے درگزر فرما: جب سر اٹھایا تو غیب سے آواز آئی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ، تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے پس میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

اس کے بعد آپ بستر پر لیٹ گئے اور صاحبزادوں سے فرمایا: نرمی کرو نرمی کرو حتی کہ موت کی بیہوشی آپ پر طاری ہوگئی اور یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوگئے:

''استعنت بلا الہ الا اللہ الحی الذی لا یموت و لا یخشی سبحان من تعزّز بالقدرۃ وقَہَرَالعبادَ بالموت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔''

آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ موسیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت حضرت کے پاس تھے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ لفظ "تعزّز" پر پہنچے تو آپ کی زبانِ مبارک میں لکنت پیدا ہوگئی اور اس لفظ کو صحت کے ساتھ ادا نہ کرسکے، چنانچہ آپ بار بار اس لفظ کو دہراتے رہے حتی کہ آپ نے بلند آواز سے اسے صحیح طور پر ادا کردیا پھر فرمایا، اللہ، اللہ، اللّٰـہ، اس کے ساتھ ہی آپ کی آواز پست ہوگئی، زبانِ اقدس حلق کے بالائی حصے سے جاملی اور آپ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کو پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک نوے سال نو مہینے کی تھی:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچے کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

سرکار غوث پاک کی دینی و ملی خدمات

پانچویں صدی کے حالات وواقعات میں اسلامی ریاست اور مسلمانوں کی سیاسی وسماجی، دینی واخلاقی کیفیت ناگفتہ بہ تھی، اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدریں اور روایات اغیار کی سورشوں سے پامال ہورہی تھیں، اہل اسلام پر شکنجہ جبر واستبداد کسا جارہا تھا، عفت و پاکدامنی کے ماحول کو عریانی وفحاشی کے ذریعے زہر آلود کیا جارہا تھا، دینی اداروں کی ساخت کو نظر آتش کیا جارہا تھا، لاقانونیت اور جبر کے پنجے قدم جمارہے تھے، دینی قدریں اپنوں کے باہمی دست وگریباں سے زمیں بوس ہورہی تھیں، مشاہیر اسلام پر زندگی تنگ کردی گئی تھی، عزت وعفت کی فضا کو بے حمیت و بے شرمی کا تعفن گدلا کررہا تھا، علمائے اسلام کے لئے سچ بولنا جرم قرار تھا۔

اس سیاسی ابتری میں روحانیت کی فتوحات خال خال نظر آرہی تھی اور آگر کوئی مینارہ نور نظر آتا تو اس کی کرنوں کو بجھا دیا جاتا، ان نازک حالات میں جہاں کوئی مسلمانوں کی قیادت کرنے والا نہ تھا قدرت کی طرف سے ایک تاریخ ساز اور انقلاب آفریں شخصیت کا ظہور ہوتا ہے جو دین متین کی بنیادوں کو پھر سے استوار کر کے ملت اسلامیہ کو اس کا کھویا ہوا وقار دلاتی ہے، جو علم کا کوہ گراں بن کر تمام باطل پرستوں کے عقائد فاسدہ کا قلع قمع کرتی ہے۔

وہ تاریخ ساز شخصیت، روحانی انقلاب برپا کرنے والی عظیم ہستی سیدنا شیخ عبد القادر محی الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے بغداد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا، خزاں رسیدہ چمن اسلام کو پھر سے بہار آشنا کیا، اہل ایمان کے تن مردہ میں نئ روح پھونکی، علم کی آبیاری کی، لوح وقلم کی پرورش کر کے اہل علم کو زینت بخشی اور اپنے تجدیدی کارہائے نمایاں سے ملت اسلامیہ کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں پیغمبرانہ حیات نو بخشی۔

اشاعت اسلام کے لئے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دینی وملی خدمات کو سپرد قلم سے پہلے قارئین آپ کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمائیں: سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مبارک نام عبد القادر کنیت ابو محمد اور القابات محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین، غوث الاعظم ہیں۔ آپ 470ھ میں بغداد شریف کے قریب قصبہ ”جیلان“ میں رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ آپ والد گرامی کی طرف سے نواسہ رسول امام حسن رضی اللہ عنہ کے گیارہویں پوتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار: 171) اور اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہویں پوتے ہیں۔ (فیضان غوث اعظم: 3)

آپ کا علمی مقام ومرتبہ

حضرت شیخ امام موقف الدین بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو ہم نے دیکھا کہ شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی ان میں سے ہیں کہ جن کو وہاں پر علم وعمل اور حال وفتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے۔ کوئی طالب علم یہاں کے علاوہ کسی اور جگہ کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ میں تمام علوم جمع ہیں، آپ کا سینہ فراخ تھا اور آپ سیر چشم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ میں اوصافِ جمیلہ اور احوالِ عزیزہ جمع فرمادیئے تھے۔ (بہجۃ الاسرار: ۲۲۵)

شیخ عبد الوہاب شعرانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحییٰ حلبی رحمہم اللہ لکھتے ہیں: حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں بیان فرمایا کرتے تھے۔“ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور علم الکلام پڑھتے تھے، دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت لوگوں

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قراتوں کے ساتھ قرآن کریم پڑھاتے تھے۔'' (اخبار الاخیار:۱۱)

سلطان العلماء شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر کی کرامات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں نیز آپ نے فرمایا اولیا میں سے کسی ایک بھی ولی کی کرامات کا ثبوت اس طرح تواتر کے ساتھ نہیں ملتا جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا ثبوت ملتا ہے۔ (قلائدالجواہر:۳۹۱)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الکرامات ہونے پر نا صرف اکابر اولیا کا اجماع ہے بلکہ ہر ولی ولایت کے منصب پر تبھی فائز ہوتا ہے جب اسے بارگاہ غوثیت سے اذن ولایت ہوتا ہے۔ آپ کی کرامات و واقعات سے کتابیں لبریز ہیں، علمائے ذیشان کے اقوال آپ کی غوثیت اور قطبیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں ''بہجۃ الاسرار'' میں علامہ علی بن الہیتی نے تو یہاں تک فرما دیا کہ دنیا میں چار مشائخ ایسے گزرے ہیں جو اپنی قبروں میں رہ کر بھی زندوں کی طرح تصرف (یعنی کسی کی مدد کرنا، کسی کے کام آنا، کسی کی دادرسی، دلجوئی وغیرہ کرنا) کرتے ہیں ان میں ایک حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (بہجۃ الاسرار:۱۲)

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات جاوداں کے خوبصورت گوشوں کو اہل قلم نے بڑی عرق ریزی اور دیانت داری سے بیان کیا ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے کس طرح معاشرہ میں اصلاحی انقلاب بپا کیا، وہ کیا کارہائے نمایاں تھے جس سے بغداد کے بگڑے حالات چند سالوں میں سنور گئے، مسلمانوں کی سیاسی ابتری نے زوال سے کروٹ لے کر عروج کی طرف سفر شروع کر دیا، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پھر سے تعلیم اسلام پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، علم کے بازار از سر نو سج گئے، علما کی محافل میں پھر سے سرگرمی تعلیم و تعلم آ گئی، اصفیا و اتقیا کو میخانہ معرفت مل گیا، حکمرانوں کی طرزِ سیاست میں بہتری آ گئی، وزراء اور سلاطین وقت کو راہِ مستقیم نظر آ گئی، چوروں اور ڈاکوؤں کو ہدایت کی راہ مل گئی اور انسانیت کو مرکز انس و محبت مل گیا۔

الغرض زندگی کے وہ تمام شعبے جو تاریوں کی سورشوں اور اپنوں کی غفلت و بے راہ روی سے بگڑ چکے تھے ان میں پھر سے زندگی آ گئی، عروس البلاد کی رونقیں حکمرانوں کی باہمی رسہ کشی سے مدھم پڑ رہی تھیں، علما کی قیل و قال نے دین کی تعلیمات کے حسین چہرے کو مخدوش کر دیا تھا، سنتوں پر عمل کا جذبہ مفقود ہو گیا تھا، مصلحین امت جان کی امان کے لئے گوشہ نشیں ہو چکے تھے، دین ایک کمزور حالت میں سرزمین بغداد میں کسی مسیحا کا منتظر تھا، حالات کے ستائے اہل ایمان کو ایمان کی دولت کے لُٹ جانے کے لالے پڑ چکے تھے، ان حالات میں اہل بغداد کو کسی ایسے مصلح امت کی ضرورت تھی جو دین کے احیا کے ساتھ امت کی اصلاح بھی کر سکے۔

چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لانے والے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ظاہری و باطنی علوم پر دسترس رکھنے کے بعد اور شریعت و طریقت کی لگام کس کر میدانِ عمل میں جونہی قدم رکھا تو لوگوں کو دین کی دعوت دی، اصلاح کی عالمگیر تحریک کا آغاز کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق قرآن و سنت کی تبلیغ کی، آپ نے سب سے پہلے دین کی دیواروں کو مستحکم کیا، شریعت پر عمل کو یقینی بنایا، دینی بصیرت و حکمت سے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا، دعوت و تربیت، درس و تدریس، اصلاح احوال، تزکیہ نفوس اور انفرادی و اجتماعی تربیت پر خداداد صلاحیتوں کو مرکوز کر دیا اور دین کو اپنے عزم صمیم، قلب یقین اور متوجہاً الی اللہ ہو کر ایسا سہارا دیا کہ ملت اسلامیہ کی شاہراہ پھر سے جگمگانے لگی، کشاں کشاں لوگوں حلقہ درس میں شامل ہونے لگے، علم و عرفان سے بھرپور بیان کی تاثیر دلوں میں سرایت کرنے لگی تو عصیاں شعار گناہوں کے دلدل سے نکل کر تقوی کے راستہ پر گامزن ہو گئے، یوں آپ نے نبوت و رسالت کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور اصلاح دین کی طرف توجہ مرکوز کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے عرصہ میں لوگ دین کی طرف راغب ہو گئے اور یوں آپ کو محی الدین یعنی دین کا احیا کرنے والا لقب عطا ہوا۔

تبلیغ دین کے ساتھ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی بھی ضرورت تھی اور بغداد کے حالات کے تناظر میں کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جہاں لوگوں کی اصلاح

کا سامان صبح وشام موجود ہو چونکہ تاتاریوں کی دین دشمنی کی وجہ سے تمام ادارے تباہ ہو چکے تھے اور اگر کہیں کوئی ادارہ موجود تھا تو وہاں تربیت کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔

چنانچہ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شیخ کے ادارے کو دین کا مرکز بنانے کے لئے منتخب کیا اور تاحیات اسی ادارے میں رہ کر دنیا بھر میں علم شریعت وطریقت کی آبیاری کی اور افراد سازی وکردار سازی کے ذریعے ایسے لوگ تیار کئے جو بعد میں اپنے وقت کے امام بن کر لوگوں کی اصلاح کرنے لگے۔ آپ کی مبارک زندگی کا اکثر حصہ درس وتدریس میں گزرا اور اسی منصبِ تدریس کی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے قطبیت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے۔

مدرسہ کی تعمیر نُو کے بعد جب بیانات کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے بڑا معرکہ لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کا تھا چونکہ بغداد میں موجود باطل فرقوں اور بدمذہبیت نے اپنے پنجے کس دیئے تھے، علمی بے راہ روی تھی، بے جا قیل وقال کے محفلوں میں علمائے حق کو بدنام کیا جارہا تھا، مختلف عقائد ونظریات کے حامل طبقے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنارہے تھے، اہل سنت کے عقائد کو مسخ کیا جارہا تھا، ہر فرقہ اپنے باطل عقائد کے پرچار میں دوسرے کی دستار کو تار تار کررہا تھا ان حالات میں جو سب سے بڑا بیڑا سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اٹھایا وہ لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح تھی۔ آپ نے دین متین کی حقانیت کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کیا، بدعقیدگی کی سیاہ چادر کو لپیٹ کر قرآن وسنت کی بالادستی قائم کی، باطل نظریات کی بیخ کنی کر کے اسلامی عقائد کو پروان چڑھایا، فتوح الغیب کے خطابات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے علمائے سُو کو مخاطب کر کے ان کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دی۔ غنیۃ الطالبین کے صفحات اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ نے اپنے زمانے میں پائے جانے والے تمام گمراہ فرقوں کے نظریات کی خرافات کو بیان کر کے حق وسچ کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا علمی کارنامہ اہل باطل کے فلسفہ کا رد تھا آپ کی کوششوں سے کافی حد فلسفہ کا زور ٹوٹ چکا تھا لیکن جب حالات تنگ ہوئے اور آپ کو بغداد چھوڑنا پڑا تو جس کام کا آغاز حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا اسی کام کو سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھایا اور فلسفہ کے تمام تر زور کا خداداد علمی استعداد سے قلع قمع کردیا حتیٰ کہ بڑے بڑے علم کے مشاہیر جب آپ کے سامنے فلسفہ کی باتیں کرتے تو آپ ان کو ایسا مدلل جواب دیتے کہ وہ انگشت بدنداں ہوجاتے، جس کی ایک مثال سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ کو فلسفہ ومنطق پر بڑا عبور تھا۔

جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ غوثیت میں شرف باریابی نصیب ہوئی اور فلسفہ پر گفتگو شروع ہوئی تو نظر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صدقے ان کے دل ودماغ میں فلسفہ کی اب بھی یاد نہیں رہی بس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فلسفہ کی جگہ روحانیت کا فیض موجزن ہوگیا اور یوں بغداد کے فلسفیوں کا زور سرکار غوث پاک کی روحانی برکت سے ٹوٹ گیا۔

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے جب تبلیغ کا آغاز کیا اور اہل بغداد کی اصلاح پر توجہ فرمائی تو تاریخ دان لکھتے ہیں کہ سرکار غوث پاک کے خطبات کو سننے کے لئے بغداد کے اطراف واکناف کا جمع غفیر آنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا احساس دلانے لگا، لوگوں کے لئے جگہ تنگ ہوگئی تبلیغ کے لئے ایک وسیع میدان کا انتخاب کیا گیا لاکھوں کی تعداد میں اہل بغداد سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا بیان سننے آتے اور اپنی اصلاح کر کے رہبر ورہنما بن کر واپس جاتے اور اگر دوران بیان کسی پر روحانی توجہ پڑجاتی تو ولایت کا منصب عطا ہوجاتا۔

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے روحانی فیوض وبرکات کا یہ عالم تھا کہ بس ایک بار کسی کی ملاقات ہوتی دل کی دنیا بدل جاتی، تقویٰ وطہارت کی دولت نصیب میں آجاتی اور جب نگاہ غوث میں کوئی بس جاتا تو فیضان غوث کا امین بن کر لوگوں کی اصلاح کے لئے روانہ ہوجاتا۔

بقیہ ص ۳۰ پر

(از: محمد تحسین رضا نوری*

سیدنا غوث اعظم بحیثیت فقیہ

یہ بات متفق علیہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک فہرست اولیاء اللہ میں اپنا نام درج نہیں کرا سکتا جب تک کہ قرآن وسنت کا عالم نہ ہو، بغیر واقفیت علوم شرعیہ اگر کوئی خود کو ولی کامل کہتا ہے تو یقیناً وہ جھوٹا ہے، کیوں کہ علوم اسلامیہ کے بغیر کوئی سالک منازلِ معرفتِ خدا عبور ہی نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ یہ راہیں کس قدر پر خطر ہیں نہ جانے کتنے اس راہ میں گم ہو گئے اور ان کا پتہ ہی نہیں چلا، شیطانی وسوسوں اور شاطرانہ چالوں میں پھنس کر اپنا ایمان کھو بیٹھے اور جو محبوبانِ خدا علم کے بیش قیمتی خزانے سے آراستہ و پیراستہ تھے وہ ابلیسِ لعین کے نرغوں کو پہچان گئے اور خدائے وحدہ لاشریک کی مدد اور اپنے علم کی بنیاد پر اُن سازشوں اور چالبازیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔

آج ہمارے معاشرے میں دو خرابیاں تیزی سے پھیل رہی ہیں، پہلی یہ کہ نام نہاد جعلی پیروں کی اس قدر کثرت ہے کہ گلی گلی یہ لٹیرے مع ساز وسامان اپنے بیوقوف مریدوں کے یہاں ڈیرہ ڈالے رہتے ہیں اور بھولی بھالی عوام ان کے دامِ تزویر میں پھنس جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ جو حقیقی محبوبانِ خدا ہیں اُن کی ذات بابرکت کو صرف کرامات سے گھیر دیا ہے۔ جیسے فی زمانہ جب ہمارے ذہن میں پیر پیراں، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی زبان پر آتا ہے تو عوام الناس کے ذہن وفکر میں آپ کی کرامتیں گردش کرنے لگتی ہیں، بچہ بچہ بڑے پیر صاحب کے نام سے آپ کو یاد کرتا ہے، کاش ہم نے کرامات کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی وفقہی حیات بھی پڑھ کر سنائی ہوتی تو یقیناً معاشرہ علمِ دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیکھنے اور پڑھنے کا شوقین ہوتا۔

سیدنا غوث اعظم کا علمی مقام

ولی الاولیاء، امام الاصفیاء، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، تاج الاوتاد، مرجع الابدال، غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح طریقت ومعرفت کے امام ہیں اسی طرح مسائل شرعیہ اور علومِ قرآن وسنت میں بھی کمال کی دسترس حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم فقیہ، مفسر، مدقق، محدث و مفکر ہیں، آپ نے پوری زندگی علمِ فقہ اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے میں گزار دی، آپ کی بارگاہ میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ علمِ فقہ سیکھنے آتے۔ امامِ اہل سنت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے فقیہ ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مفتی شرع بھی ہے قاضی مِلت بھی ہے
علم اَسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر

آپ کی بارگاہ میں بے شمار استفتے آیا کرتے تھے اور آپ بنا وقت ضایع کیے سخت سے سخت سوالات بنفس نفیس حل فرماتے، جیسا کہ بہجۃ الاثرار میں ہے کہ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن امام ابو العلی نجم الدین بن حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدِ ماجد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ:

”كان الشيخ محيي الدين عبد القادر رضى الله عنه، ممن سلم اليه علم الفتاوى بالعراق فى وقته۔ یعنی: شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن افراد میں سے تھے کہ عراق میں جن کی طرف علمِ فتاویٰ ان کے وقت میں سپرد کر دیا گیا تھا۔“ (بہجۃ الاسرار)

امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علمی مقامِ مرتبے کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

”الشيخ عبد القادر بحرُ الشريعة عن يمينه و بحرُالحقيقة عن يساره ، مِنْ اَيِّهِما شاء اغترف السيد عبدالقادرِلاثانى له فى عصرنا هذا رضى الله تعالى عنه۔ شیخ عبد القادر وہ ہیں کہ شریعت کا سمندر

* مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

اُن کے دہنے ہاتھ ہے اور حقیقت کا سمندر اُن کے بائیں ہاتھ، جس میں سے چاہیں پانی پی لیں، اس ہمارے وقت میں سیّد عبدالقادر کا کوئی ثانی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔'' (فتاویٰ رضویہ)

اسی طرح بہجۃ الاسرار میں ہے:

''كانت الفتاوى تأتى الشيخ محيى الدين عبد القادر رضى الله عنه، من بلاد العراقك، وغيريه، وما ر أيناه يبيت عنده فتوى ليطالع عليها، أو يفكر فيها، بل يكتب عليها عقيب قراءتها، وكان يفتى على مذهبى الشافعى، وأحمد، وكانت فتاواه تعرض على علماء العراق، فما كان يعجبهم صوابه فيها أشد من تعجبهم من سرعة جوابه عنها۔ یعنی: سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بلادِ عراق وغیرہ سے فتاویٰ آیا کرتے تھے۔ ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس رات کو فتویٰ رہتا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے متعلق مطالعہ فرمائیں یا کچھ غور وفکر کریں، بلکہ اسے پڑھنے کے فوراً بعد اس کا جواب تحریر فرما دیا کرتے تھے اور سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا امام شافعی اور حضرت سیّدنا امام اَحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ عراق کے علما کے سامنے پیش کئے جاتے تو انہیں حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درست جوابات دینے سے اتنا تعجب نہیں ہوتا تھا، جس قدر کہ اس بات سے تعجب ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اتنا جلد جوابات عطا فرما دیا کرتے تھے۔'' (بہجۃ الاسرار)

ذرا اندازہ لگائیں سیدنا غوثِ اعظم کی فقہی بصیرت کا، کہ کس قدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ وافتا میں مہارت عطا فرمائی کہ کوئی بھی کیسا بھی مسئلہ ہوتا آپ فی الفور اس کا جواب قلمبند فرمایا کرتے، صبح سے شام تک درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی کے امور انجام دیتے تھے اور آج حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو صرف کرامات کے دائرے میں لاکر کھڑا کر دیا۔ معاشرے میں سخت ضرورت ہے کہ سیدنا غوثِ اعظم کی علمی وتحقیقی خدمات کو اجاگر کیا جائے، تاکہ طلبہ آپ کی سیرت پر عمل کرسکیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ومستنیر فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ◆◆◆

ص ۴۹ / کا بقیہ

کاموں کے پیچھے نہ پڑو اور نہ ان سے دلچسپی رکھو، اپنے آپ کو غفلت کے راستے سے ہٹاؤ اور بیداری (عقل مندی) کے دروازے میں داخل ہو جاؤ، عجز وانکسار کے میدان کا مسافر بنو اور عظمت وبڑائی اور غرور وتکبر کے دلدل سے خود کو نکالو، تمہاری ابتدا خون کا ایک لوتھڑا ہے اور تمہاری انتہا مردار ہے تو اپنے آغاز وانجام کے درمیان کھڑے ہو جاؤ اور نیک اعمال انجام دیتے رہے، تاکہ آخرت میں کامیاب ہوسکو، حسد سے بچو کہ حسد سارے گناہوں کی جڑ ہے، کذب (جھوٹ) حسد اور دوسروں کو ناپسند کرنا، ایسی برائی ہے جو بندے کو مردودِ بارگاہ کردگار کر دیتی ہے تو اپنے آپ کو قطعاً ان بری خصلتوں کا عادی نہ بناؤ، اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرو، جان لو کہ رزق مقسوم ہے، جب اس پر غور کروگے تو تکبر نہیں کروگے اور جان لو کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا، جب تم اس پر غور کروگے تو جھوٹ نہیں بولوگے۔

لوگوں کے عیوب اور ان کے برے کاموں کی طرف نظر نہ کرو، تم جیسا کروگے، تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا، اگر تمہارے پاس آنکھیں ہیں تو لوگوں کے پاس بھی آنکھیں ہیں (اگر تم لوگوں کے عیوب ڈھونڈتے پھروگے تو وہ بھی تمہارے عیوب تلاش کریں گے) اپنی زبان کو مخلوق کی مذمت سے روکے رکھو، لوگوں کے پاس بھی زبان ہیں، وہ بھی تمہاری مذمت اور برائی کریں گے، اپنی حالت کی طرف نظر کرنا ہی تمہارے لیے کافی ہے، تم جیسا لوگوں کے بارے میں کہوگے، لوگ بھی تمہاری بارے میں ایسا ہی کہیں گے۔

ہر روز اپنا محاسبہ کرو اور کثرت سے توبہ واستغفار کرو، اپنے نفس کی برائیوں کا طبیب اور اس کا مرشد ورہنما بن جاؤ، محاسبۂ نفس سے غفلت نہ برتو، نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مبتلا ہونے سے بچو، خود نمائی سے بچو: فان الظهور يقصم الظهور۔ کہ خود نمائی انسان کی پیٹھ توڑ دیتی ہے یعنی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

حضور شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے مواعظ حسنہ

زیرِ نظر تحریر کبیر الاولیاء، سلطان المشائخ، قطب الاقطاب حضور سرکار سیدنا شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کے مواعظِ حسنہ اور آپ کے گراں قدر ملفوظات ونصائح پر مشتمل ہے جو "التشرّف بذكر أهل التصوّف" نامی عربی کتاب کے ایک Chapter کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔

دنیائے تصوف وولایت میں حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کی ذاتِ محتاجِ تعارف نہیں، آپ اپنے زمانے کے سرتاجِ اصفیا، سلطان الاتقیاء اور قطب الاقطاب تھے، حضور سرکار سیدنا محیی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ، جو کہ آپ کے ہم عصر و ہم وطن تھے، آپ کے روحانی کمالات اور بلند مراتبِ ولایت کے معترف تھے، راقم الحروف کی ناقص معلومات کی حد تک ایک سو سے زائد عربی مصنّفین نے آپ کے محاسن وکمالات کا تذکرہ اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے، جو آپ کی بلند پایہ شخصیت پر دال ہے۔

حضور شیخ احمد رفاعی کے یہ مواعظ ونصائح نہایت مفید، گراں قدر اور فکر ونظر کی دنیا میں انقلاب برپا کرنے والے ہیں۔ ان کی سطر سطر سے آپ کا اخلاص، جذبۂ تبلیغ واصلاح، عوامی خیر خواہی اور آپ کا دینی درد مترشح ہوتا ہے۔ اسی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر مواعظ رفاعی کا یہ ترجمہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان مواعظ کا تقریباً نصف حصہ قرآن وحدیث کی ترجمانی پر مشتمل ہے، جس کو متن قرار دیتے ہوئے اس کی توضیح وتشریح میں پوری ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے، اللہ کرے کوئی بندہ سامنے آئے اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کے علمی وروحانی فیضان سے مالا مال فرمائے آمین۔ [طفیل احمد مصباحی]

امام الاولیاء، قطب الاقطاب حضور سرکار سیدنا احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دنیا داروں کی قربت اختیار کرنے سے بچو کہ ان کی صحبت و رفاقت دل میں سختی پیدا کرتی ہے۔ فقرا (صوفی مزاج لوگ) کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ، ان کی تعظیم وتکریم کرو اور ان کی خدمت بجالاؤ، ان فقرا میں سے جب کوئی تمہارے پاس آئے تو ان کے قدموں میں بچھ جاؤ (یعنی ان کی قدم بوسی کرو) اور ان سے دعائے خیر کی درخواست کرو، اپنے نفس کو ریاضت ومجاہدہ کے کاموں پر لگاؤ تاکہ تم بھی ان فقرا میں سے ہو سکو اور ان کی مشابہت اختیار کرو۔ (حدیث میں آیا ہے) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ اسی میں سے ہے جو جس قوم سے محبت کرتا ہے، اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، اگر لوگوں کو کما حقہ اللہ عز وجل کی معرفت حاصل ہو جائے، جیسا کہ ان فقرا کو حاصل ہے تو وہ دنیاوی زندگی اور اس کے احوال سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کر لیں، فقیر کی ایک علامت اور پہچان یہ بھی ہے کہ وہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو محض رضائے الٰہی کی خاطر دیتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

حضور شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمہ مزید ارشاد فرماتے ہیں: فقیر کی شرط یہ ہے کہ اس کی نظر مخلوق کے لباس اور اس کے دیگر ساز و سامان پر نہ ہو، اگر اس کی نظر مخلوق کے لباس وغیرہ پر ہوگی تو طریقۂ حق اس پر مشتبہ ہو جائے گا، فقیر جب بھی مخلوق سے میل جول اختیار کرے گا، اس کے عیوب ظاہر ہوں گے، اے میرے بھائی! مخلوق کے عیبوں پر نظر نہ کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عیب کا پردہ فاش کر دے گا اور اگر تمہارے اندر کوئی عیب ہے تو سیدھے راستے سے انحراف نہ کرو۔ (یعنی اپنے عیبوں کی اصلاح کرو) نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو، بلکہ تقویٰ اور نوع بنوع طاعت (نیکی) اختیار کرو اور اہل سنت و جماعت کے طریقۂ حق کی پابندی و پاسداری کرو، جب خلوت اور تنہائی میں بیٹھو تو وسوسوں اور برے خیالات سے بچو اور اپنے نفس کو کدورتوں اور بشری

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے سابق نائب مدیر ہیں۔

اسلاف واخلاف

رعونتوں سے پاک رکھو، جب تمہارے بھائی سے کوئی غلطی ہوجائے تو اس کو معاف کردو اور اس کے عیب اور غلطی پر پردہ ڈال دو، اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی، خیر خواہی اور پرہیز گاری کا معاملہ اختیار کرو۔ اہلِ خشوع اور اصحابِ مراقبہ کی تعظیم کرو۔

جس شخص پر تمہارا کوئی حق ہو یا تم پر کسی کا حق ہو تو اس کے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آؤ، تاکہ وہ تمہارا حق تمہیں لوٹا دے اور تم اس کا حق اسے عطا کردو بلکہ جب تمہارا حق کسی کے ذمہ ہو، اس کے ساتھ نرمی کرو، اللہ تمہیں وہ حق عطا کردے گا اور اس کے بدلے تمہیں کوئی دوسری نعمت بخشے گا، نفسانی خواہشات کی پیروی اور ہوا و ہوس سے بچو کہ یہ تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے جان لو کہ ہر حال میں نیک کاموں کی توفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو پند و نصیحت کرتا رہے اور نیک کاموں میں لگا رہے اور اوامر و نواہی کی پابندی کرے، (اچھے کام کرنے کو اوامر اور برے کاموں سے بچنے کو نواہی کہتے ہیں) حق اور شریعت کے طریقوں سے واقف رہے، تاکہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے تو لوگوں اس کی باتوں کو قبول کریں، اس کے امر و نہی پر عمل کریں اور مامور (مخاطب، جس کو نیک کام کا حکم دیا جائے) کے دل میں اس کے امر و نہی اثر انداز ہوں۔ بصورتِ دیگر نہ اس کی نصیحت قبول کی جائے گی اور نہ اس کی بات سنی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کے دل مہبطِ انوار ہوتے ہیں (مہبطِ انوار کا معنی ہے: اللہ کے نور کے اترنے کی جگہ، یعنی اللہ والے جو کچھ کہتے ہیں، پہلے اس پر خود عمل کرتے ہیں) اگر انسان کا دل عبادت و بندگی اور نیک اعمال کے نور سے روشن نہ ہو، وہ شیطان کی آماج گاہ بن جاتا ہے اور پھر شیطان اس کو باطل کے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے اور اسے شقاوت و بدبختی کی طرف لے جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمہارے اوپر لازم ہے کہ شریعت کے ظاہری اور باطنی حکم کی ہر حال میں پیروی کرو۔ اپنے دل کی حفاظت کرو اور اسے اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہونے دو، فقیر اور غریب لوگوں کی مدد کرو۔ ہمیشہ نیک کاموں کی طرف تیزی سے بھاگو اور اس معاملے میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہر وقت کوشاں رہو اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہمہ وقت تیار رہو۔ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاؤ اور اپنے نفس کو قیام اللیل کا عادی بناؤ اور اسے ریاکاری سے محفوظ رکھو، خلوت و جلوت میں اپنے سابقہ گناہوں پر آنسو بہاؤ اور گریہ وزاری کرو، جان لو کہ دنیا ایک خواب و خیال ہے اور اس کی ہر چیز کو زوال (فنا) ہے، دنیاداروں کا مقصد اور توجہ دنیا کی طرف ہے، جب کہ آخرت کو دوست رکھنے والوں کی نظر آخرت پر ہے، اپنے ذہن کو وسوسوں سے خالی رکھو اور اپنے آپ کو برے دوستوں سے الگ رکھو کہ ان کی دوستی قیامت کے دن ندامت و شرمندگی اور حسرت و تاسف کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے: لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ وہ کیا ہی برا ساتھی ہے۔ برے ساتھیوں سے دور و نفور رہو۔

اے میرے عزیز! تم جو کچھ کھاتے ہو، وہ فنا ہوجاتا ہے، جو لباس پہنتے ہو، وہ پرانا اور بوسیدہ ہوجاتا ہے اور جو کام کرتے ہو، اس کا اجر آخرت میں دیکھو گے۔ لہٰذا پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ یہ دوست اور احباب بالآخر تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، دنیا کا ابتدائی مرحلہ ضعف اور فتور (کمزوری اور خرابی) سے لبریز ہے اور اس کا آخری مرحلہ موت و قبور ہے۔ محبت و اطاعت کے ذریعے اپنے دل کا تعلق اللہ سے جوڑ لو اور غیر اللہ سے کنارہ کش ہوجاؤ اور اپنے سارے احوال و معاملات اللہ عزوجل کے سپرد کردو، سلوک و تصوف کا راستہ فقرا کے طریقے کے مطابق تواضع کے ساتھ طے کرو اور

شریعت کے اصول کے مطابق زندگی گذارو، اپنی نیت کو وسوسے کی گندگی سے محفوظ رکھو۔ اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو، اللہ کے دروازے پر سوکھی روٹی کھاؤ اور کھارا پانی پیو، غیر اللہ کے دروازے پر تازہ گوشت اور شہد نہ کھاؤ۔ شریعت کے مطابق حلال طریقے سے روزی روٹی کمانے کا انتظام کرو، فقرا کی کبھی دل شکنی نہ کرو۔ صلہ رحمی کرو، خویش واقارب کی تعظیم کرو۔ ظالم کو معاف کر دو۔ کثرت سے قبروں کی زیارت کرو۔ اللہ کے بندوں سے نرم گفتگو کرو اور ہمیشہ ان سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو، خود کو حسنِ اخلاق کے زیور سے مزین کرو، جاہلوں سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کرو۔ یتیموں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہو اور ان کا احترام کرو، فقرا اور بیوہ عورتوں کی زیارت کرو اور ان کی ضروریات پوری کرو۔ اللہ کے بندوں پر رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا۔ اللہ کے ساتھ ہو جاؤ، اللہ تمہارے ساتھ ہو جائے گا۔

سارے اقوال وافعال میں اخلاص کو اپنا دوست بناؤ (کیوں کہ اخلاص کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں) طریقۂ حق کے مطابق لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کرتے رہو، کرامات اور خوارقِ عادات دکھانے میں رغبت نہ رکھو کہ اولیائے کرام اپنی کرامات اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عورتیں حیض کے خون کو چھپاتی ہیں۔ اللہ کی بارگاہ سے منسلک ہو جاؤ اور اپنے دل کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف متوجہ کرو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی کرو اور ان کی دل جوئی کرتے رہو۔ لوگوں کے درمیان صلح کراؤ اور جہاں تک ہو سکے لوگوں کو آپس میں مربوط ومتحد رکھو۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور اپنے قالب (جسم) کو فکر کے زیور سے آراستہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں تم کو پہنچی ہیں، ان پر صبر کرو اور اللہ کے حکم ومشیت پر راضی رہو۔ ہر حال میں ''الحمد للہ'' کہو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجو۔

اگر تمہارا نفس شہوت اور کبر وغرور کی طرف مائل تو نفلی روزے رکھو اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو، اپنے گھر میں رہو، بازار اور عوامی جگہوں پر زیادہ نہ جاؤ، جو کشادہ عوامی جگہوں کو چھوڑ دیتا ہے، وہ مقصد کو پالیتا ہے، اپنے مہمان کی عزت واحترام کرو، اپنے اہل وعیال، بچے، بیوی اور خادم پر رحم کرو، آخرت کی کامیابی کے لیے ہمیشہ نیک کام کرتے رہو، اپنی دنیاوی عمل کو آخرت میں کام آنے والا عمل بناؤ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ. اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔''

میری یہ نصیحت تمہارے لیے اور میرے سلسلے سے وابستہ تمام افراد کے لیے ہے۔ نیز جملہ برادرانِ اسلام اور تمام مسلمین ومحبین کے لیے میری یہ نصیحت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تعداد میں اضافہ فرمائے، آمین۔

حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ فرماتے ہوئے: وسوسوں کا ترک یہ ہے کہ حرام کاموں کو ترک کیا جائے، حسنِ اخلاص یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرا جائے اور دل میں اس کا خوف رکھا جائے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا جذبہ موت کو یاد کرنے سے ہوتا ہے اور اپنے آپ کو آدابِ شریعت سے مؤدب بنانے کا جذبہ گذشتہ گناہوں کو یاد کرنے اور ان پر شرمندہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے، غور وفکر، عقل کا نور ہے، ذکرِ الٰہی، قلب کا نور ہے، اخلاص، باطن کا نور ہے اور تقویٰ، چہرے کا نور ہے۔

وصول الی اللہ دروازہ ہے، عنایتِ الٰہی اس کی کنجی ہے، سخاوت اس کی سیڑھی ہے، اخلاص، زادِ راہ (باعثِ تقویت) ہے، اگر تم مخلص ہو تو وصول الی اللہ کی منزل کی سیڑھی پر چڑھ جاؤ گے۔ اگر تم سخی ہو تو اس کنجی تک تمہاری رسائی ہو جائی گی اور اللہ رب العزت، جو کہ فتّاح ہے، اس کے اذن سے وصول الی اللہ کے دروازے کھول لو گے۔ طریقت کی بنیاد صدق، اخلاص، کرم وسخاوت اور حسنِ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔ مال داری، علم سے ہے، زینت، حلم وبُردباری سے ہے۔ فضلیت کا معیار تقویٰ وپارسائی ہے۔ عزت، مخالفتِ نفس سے ہے۔

مشہور دعاؤں کی کثرت کرو۔ مشہور طریقے کی طرف مائل رہو، مستور فقیر کے روبرو عاجزی اختیار کرو اور خود کو مُردوں میں شمار

کرو، استقامت (حکم شرع کی ہر حال میں پابندی) کے دروازے پر کھڑے ہو۔ ہمیشگی کے گھر میں سکونت اختیار کرو (یعنی فنا ہونے والی دنیا کے بجائے ہمیشہ باقی رہنے والے گھر آخرت کی تیاری کرو) نیک اعمال پر صبر کرو۔ جو شخص خشوع وخضوع کے ساتھ دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے، بالآخر وہ دروازے کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور اسے قبولیت حاصل ہوتی ہے، وسوسہ اور برے خیال سے دل کو پاک رکھو، لوگوں کی طرف مائل نہ ہو اور ہر قسم کی قیاس آرائیوں سے خود کو بچائے رکھو۔

قلب ایک ایسا تاریک جوہر (آئینہ) ہے جو غفلت کی گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے، اس کی صفائی فکر آخرت، اس کا نور ذکر الٰہی ہے اور اس کا صندوق صبر ہے۔ صدق (سچائی) عنایت کی سیڑھی ہے، تقویٰ، ہدایت کا گھر ہے اور خودسپردگی عین رعایت ہے، اخلاص حسنِ وقایت (اعمال کو برباد ہونے سے بچانے والا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے عجز وانکسار ہی اصل ولایت ہے، پارسائی کی زبان ترکِ آفات کی طرف بلاتی ہے اور تعبد (بندگی) کی زبان محنت واجتہاد کی دعوت دیتی ہے، حکمت، اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اسلامی سرحد کی حفاظت توکل علی اللہ کے قبیل سے ہے، تدبیر یہ ہے کہ ظاہری اسباب کا سہارا لیتے ہوئے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور باطن (تنہائی) میں عمل کرنا تسلیم ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قل کل من عند اللہ۔ آپ فرما دیجیے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے سے قیامت کے دن پل صراط پر چلنا آسان ہوگا اور اس عمل سے دعا قبول ہوتی ہے، اگر تم قدرت واستطاعت رکھتے ہو تو صدقہ کیا کرو کہ یہ جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اللہ کے قہر وغضب کو ٹال دیتا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک سکراتِ موت (موت کی شدت وسختی) کو آسان کر دیتا ہے۔

اے میرے فرزند! تصوف نام ہے غیر اللہ سے اعراض (منہ موڑنے) کرنے، اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرنے، اللہ پر توکل کرنے، اپنے جملہ امور واحوال اللہ رب العزت کو سپرد کر دینے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا، اے میرے فرزند! جب تم کوئی صحیح حدیث سنو اور علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو علم تو رکھتے ہیں، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے، عالم کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرے اور اس کی ہلاکت وبربادی اس میں ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرنا چھوڑ دے۔ لہو ولعب، کھیل کھود، عیش وطرب، آلاتِ سماع اور ہنسنے ہنسانے والوں کی باتوں میں مشغول رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو، ہنسنا اور خوش رہنا چھوڑ دو کہ دنیاوی زندگی پر خوش رہنا جنون اور پاگل پن ہے، دنیا میں محزون اور مغموم رہنا ہی عقل مندی اور کمال کی بات ہے۔

دنیا میں ہمیشہ رہنا محال ہے اور دنیا کے عیش وعشرت میں مبتلا رہنا جاہلوں کا کام ہے، تم سے پہلے جو ظالم حکمراں اور جابر سلاطین گذر چکے ہیں، ان کے بارے میں غور وفکر کرو کہ وہ سب مر گئے اور آج وہ ایسے بے نام ونشان ہیں کہ گویا دنیا میں کبھی تھے ہی نہیں۔ یہ حکام وسلاطین ہم سے پہلے گذر چکے اور ہم ان کے پیچھے پیچھے سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں، نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو، تاکہ تمہارا حشر ان کے زمرے میں ہو اور تم قبیلۂ صالحین کا فرد شمار کیے جاؤ۔

اے میرے بھائی! اگر حکام اور رؤسا کا زرق برق لباس اور ان کی زینت بھری زندگی دیکھ کر تمہارا دل چھوٹا ہونے لگے تو قبرستان چلے جاؤ اور دیکھو کہ تمہارے آباء واجداد وہاں کس طرح مدفون ہیں اور مٹی کے نیچے دبے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون انعام یافتہ ہے اور کون عذاب میں مبتلا ہے، تمہارا حال بھی ایسا ہی ہے کہ تم ان حکام اور رؤسا کے برابر ہو۔ (لہٰذا ان کا زرق برق لباس اور شاہانہ زندگی دیکھ کر کبیدہ خاطر نہ ہوں اور اپنا دل چھوٹا نہ کریں) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ۔ عن قریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔''

اے میرے فرزند! فضول کلام اور فضول بقیہ ص ۴۵ پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اڑتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

کلمات استغفار یہ ہیں:

''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ. الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ) وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (ترجمہ) میں عظمت والے اللہ سے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی بھی ہے قیوم بھی اپنے گناہوں کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی طرف (ہر گناہ سے) توبہ کرتا ہوں۔''

شیطان کا شر، اور توبہ کا موقع کب تک؟

قول صحابی: حضرت شیخ ایوب (سختیانی علیہ الرحمہ) حضرت ابو قلابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ناقل ہیں، فرمایا: جب اللہ نے ابلیس کو ملعون کیا تو اس نے اللہ سے مہلت مانگی (یعنی درازی عمر کا سوال کیا) تو اسے مہلت دے دی۔ (جب مہلت مل گئی) تو بولا تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندے کے سینہ سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک اس کی سانس نہیں نکلے گی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں بندے سے توبہ محجوب نہیں کروں گا جب تک اس کی سانس نہ نکلے (یعنی قبض روح سے ذرا پہلے تک)۔ تو (اے بھائی!) اللہ کی رحمت ورأفت کی طرف (ذرا) نظر اٹھا کر دیکھ کہ بندوں پر کس قدر وافر ہے؟ حتیٰ کہ گنہگاروں کو گناہ کے بعد بھی مومنین کا نام دے رہا ہے، فرمایا:

''تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعاً اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔''

اور بعد توبہ، انہیں محبوب بنالیا کہ فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔''

توبہ کے بعد جرم کا اثر ختم

حدیث شریف: رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے فرمایا: ''التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ (ترجمہ) گناہ سے (سچی) توبہ کر لینے والا اس کی طرح ہے جس سے وہ گناہ صادر ہوا ہی نہیں۔''

توبہ شکنی کا سلسلہ کب تک؟

ارشاد مولا علی: مروی ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے (حکم شرع) دریافت کرنے کے لئے عرض کیا: (حضرت!) مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے۔ (اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تاکہ گناہ کی پاداش سے بچ سکوں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اللہ سے توبہ کر اور گناہ کا اعادہ مت کر (یعنی نیت میں ہو کہ دوبارہ نہیں کروں گا)۔ اس نے عرض کیا: (حضرت!) میں ایسا کر چکا ہوں، یعنی توبہ شکنی مجھ سے ہو چکی ہے (اب کیا کروں؟) آپ نے (پھر وہی جواب) ارشاد فرمایا:

''تُبْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ لا تُعِدْ۔ اللہ کی طرف سچی توبہ کر اور پھر دوبارہ مت کر۔ اس نے (پھر) عرض کیا: اِلٰی متی؟ ایسا کب تک چلے گا؟ (یعنی توبہ شکنی کا سلسلہ کتنی بار تک معتبر رہے گا حتیٰ کہ پھر توبہ قبول نہیں ہوگی؟) آپ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا: حتی یکون الشیطان ھو المحسور۔ جب تک شیطان، تھک ہار کے نہ بیٹھ جائے۔'' (یعنی آثار موت دِکھنے سے پہلے پہلے ہر تائب صادق کی توبہ ضرور قابل قبول ہے۔)

توبہ کی گنجائش قرب موت سے پہلے تک

فرمان الٰہی: (اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے):

''اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَھَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ۔ (ترجمہ) یعنی وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے (اپنے فضل سے) اپنے ذمۂ کرم پر لے لیا ہے وہ تو صرف انہیں کے لئے ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کرلیں۔'' [سورۂ نساء-۱۷] .... جاری

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

خدا کے فضل سے ہوں امّتی شہ کا مقدّر سے

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی

خدا کے فضل سے ہوں امّتی شہ کا مقدّر سے
ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا رب کے دلبر سے

یقیناً روشنی شمس و قمر کی شرما جائے گی
اگر شمس الضحیٰ پردہ ہٹا دیں روئے انور سے

مکین گنبد خضریٰ کے در کے سب بھکاری ہیں
کوئی خالی نہیں لوٹا رسولِ پاک کے در سے

کریں قربان جان و دل لٹا دیں مال و زر ان پر
سبق پایا یہ ہم نے سیرتِ صدّیقِ اکبر سے

تھے ایسے حکمراں فاروقِ اعظم سن لو اے لوگو!
کہ باطل خوف کھاتا تھا عمر کے خاص تیور سے

سخاوت کے دھنی عثمان ذوالنّورین ہیں بیشک
مسلسل مژدۂ جنّت ملا ان کو پیمبر سے

اسی سے تم سمجھ جاؤ مقامِ شیر یزدانی
شب ہجرت علی اٹھے نبی کے پاک بستر سے

کبھی ظلم و ستم کے سامنے سر مت جھکانا تم
یہی ہم کو ملا ہے درس کربل کے بہتّر سے

مدثّر یہ حقیقت تم سناؤ اہل دنیا کو
ملی دولت ہمیں ایمان کی سرکار کے گھر سے

محبت کا دریا بہاتا ہے قرآں

(از: الحاج محمد عرفان رضا قادری چھپروی

گناہوں کا دفتر مٹاتا ہے قرآں
مسلماں کا رتبہ بڑھاتا ہے قرآں

دلوں سے عداوت مٹاتا ہے قرآں
محبت کا دریا بہاتا ہے قرآں

جہنم سے اے دل! بچاتا ہے قرآں
شہِ دیں کا رستہ چلاتا ہے قرآں

نبی کی محبت ولی کی عقیدت
سکھاتا ہے قرآں بتاتا ہے قرآں

نبی معظّم کی تعظیم دل میں
بسا کر مکرّم بناتا ہے قرآں

چمن زارِ ہستی میں رب کے کرم سے
ہدایت کا غنچہ کھلاتا ہے قرآں

جو عامل ہے فرمانِ ربّ العلیٰ کا
اسے راہِ جنّت دکھاتا ہے قرآں

شہِ دیں کی الفت دلوں میں بسا کر
معظّم مکرم بناتا ہے قرآں

جو منکر ہیں علمِ شہِ دو جہاں کے
ہمیں ان سے ہر جا بچاتا ہے قرآں

تلاوت سے اس کی نہ غافل رہو تم
کہ بخشش کا مژدہ سناتا ہے قرآں

کتابوں میں افضل کلاموں میں اعلیٰ
ترا نام پہلے ہی آتا ہے قرآں

صداقت شرافت شجاعت کی جانب
بلا کر بہادر بناتا ہے قرآں

عدوِ نبی کے کلیجے میں واللہ
شب و روز نشتر لگاتا ہے قرآں

مٹا ہے مٹے گا نہ فرمانِ ربّی
کلامِ ازل ہے بتاتا ہے قرآں

عنایت سخاوت ہدایت کے موتی
اے عرفان! ہر دم لٹاتا ہے قرآں

محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے
اس سے رحمت کی ردا ہر سُو تنی لگتی ہے

دیکھ کر اہلِ بصیرت اُنھیں یہ بول اُٹھے
صورتِ غوث جلی شکل علی لگتی ہے

منظومات

منظومات

قادری ہوں مجھے ملتا ہے سکوں اس میں خوب
خوب صورت مجھے آقا کی گلی لگتی ہے
اُن کی نسبت سے ہے قسمت مری شاداب بہت
زیست کی شاخ مری خوب ہری لگتی ہے
وہ سخی ابن سخی ، فیض کا دریا ہیں وہ
اُن کے دربار میں ہرگز نہ کمی لگتی ہے
پیروی اُن کی کرو شاد رہو گے ہر دم
اُن کی ہر بات حدیث نبوی لگتی ہے
آپ کی ذات کمالات کا ہے مجموعہ
پنجتن پاک کی یہ ایک لڑی لگتی ہے
اپنے اسلاف مناتے تھے اسے فرحت سے
محفل غوث کسی کو نہ نئی لگتی ہے
دیکھتا ہے جو انھیں بغض کی نظروں سے کبھی
اس کی ہر چیز ہمیں عینی بری لگتی ہے

پلا مجھ کو جامِ لقا غوث اعظم

(از: محمد نعیم الدین قادری گلا بپوری، بارہ بنکی

یہ تجھ سے ہے بس التجا غوث اعظم
نصیبہ میرا جگمگا غوث اعظم
مری مشکلوں کو جو آسان کر دے
وہ ہے نام پیارا ترا غوث اعظم
زمانے کے سب اولیا نے لیا ہے
سروں پر ترا نقشِ پا غوث اعظم
غمِ زیست سے ہوں پریشاں
مجھے بھی پریشانیوں سے بچا غوث اعظم
طفیلِ شہِ دیں مجھے بھی کسی دن
پلا مجھ کو جامِ لقا غوث اعظم
لیا جس نے نام مبارک تمہارا
چھٹی اس کے غم کی گھٹا غوث اعظم
گیا چور پل میں ولی بن کے لوٹا
کرم آپ کا جب ہوا غوث اعظم
مجھے تیری نسبت پہ ہے ناز، کیوں کہ
مجھے تیرا دامن ملا غوث اعظم
ہوا مردہ زندہ اسی لمحہ، تو نے
دی جب قم باذنی صدا غوث اعظم
نعیم حزیں کیوں پکارے کسی کو
ہیں جب میرے حاجت روا غوث اعظم

آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث

(از: محمد فرقان فیضی، امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث
مرتبہ آپ کا ولیوں میں ہے اعلیٰ یا غوث
وہ فقیری میں شہنشاہی کا لیتا ہے مزہ
جس کو حاصل ہے ترے در کا حوالہ یا غوث
آپ کے روضۂ اطہر کا نظارہ کر لوں
میری آنکھوں کو عطا کیجے اجالا یا غوث
یہ شہنشاہ مدینہ کی عطا ہے بیشک
سب کو ملتا ہے ترے در سے نوالہ یا غوث
یہ ہے خواہش کہ کروں پیش میں در پر آ کر
آپ کے نام جو لکھا ہے مقالہ یا غوث
ساری دنیا میں نظر آتا ہے فضل رب سے
سرخرو آپ کا ہر چاہنے والا یا غوث
میری جانب بھی کریں ایک عنایت کی نظر
غم کا سر پر ہے مرے کوہ ہمالہ یا غوث
آپ کی شان میں بکواس جو کرتے ہیں یہاں
ان زبانوں پہ لگا دیجیے تالا یا غوث
نام آتا ہے مرا آپ کے میخواروں میں
قادری جام کا ہاتھوں میں ہے پیالہ یا غوث
فیضی کے دل کی تمنا ہے نکالے اک دن
آپ کے نام سے منسوب رسالہ یا غوث

◆◆◆

طلبائے جامعۃ الرضا کی قلمی سرگرمیاں

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی، طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

تعلیم کے بغیر عبث زندگی جسیم
تعلیم سے ہی ہوتا ہے انسان منفرد

تعلیم و تعلم کا سلسلہ قدیم زمانے سے جاری وساری ہے، ہر دور میں اس کی پذیرائی ہوئی اور تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ عروج وارتقا کی منازل طے کرتا رہا۔ وہ حضرات جن کے سینوں میں علم کا سمندر موجزن ہوتا ہے، دنیا سے روپوش ہوجانے کے باوجود اپنی علمی و دینی خدمات کے طفیل ہمیشہ زندہ جاوید رہتے ہیں، ان کی یادیں اور کارنامے ایک ایسی حیاتِ جاوداں بخشتے ہیں جو ہر دل میں بسی رہتی ہیں، اسلاف کی زندگیاں اس نعمت عظمی کا بہترین آئینہ دار ہیں۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد اگر انسان اپنے علم کو اپنے تک محدود رکھے تو وہ گہن آلود سورج کی مانند ہے جو خود تو روشن ہو لیکن دوسروں کو روشنی نہ دے لیکن جو انسان حصولِ علم کے بعد تبلیغ اسلام، نشر واشاعت کتب دینیہ میں مشغول رہتا ہے، وہ آفتاب نیم روز کی طرح ہے جس کی روشنی سے پوری دنیا مستفید ہوتی ہے، حتی کہ کوئی بند کمرے میں ہو، وہ اسے بھی روشن کر دیتا ہے اور وہ طالب علم جو دورانِ تعلیم ہی قوم وملت کی اصلاح کے لیے کمر بستہ رہتا ہے، نئے نئے مضامین لکھتا ہے، رسائل و کتابچے تیار کرتا ہے، احقاقِ حق وابطالِ باطل میں سعی کرتا ہے، اپنے انمول کارناموں، تحریروں اور تقریروں سے قلوب واذہان کی تاریکیوں کو اجالا بخشتا ہے پی وہ اس سورج کے مانند ہے جو شبِ دیجور کا سینہ چاک کر کے صبح روشن کا پیام دیتا ہے اور جس کی کرنیں مشرق ومغرب، شمال وجنوب ہر سمت پھیل کر جہان کو منور کر دیتی ہیں۔

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طلبا کی مثال بھی اسی صبح صادق کے سورج جیسی ہے، جو قوم وملت کی اصلاح میں مصروفِ عمل ہیں اور تاریک دلوں میں ایمان واستقامت فی الدین کی شمع فروزاں کرنے کے لیے کوشاں ہیں، جس کی ایک جھلک اگست ۲۰۲۵ء میں، مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ کے عرسِ مبارک کے موقع پر دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سراہا۔ جس کا مختصر خاکہ قارئین کے نذر کرتا ہوں تاکہ ان کی نگاہِ ناز کو ٹھنڈک ملے اور وہ طلبائے جامعۃ الرضا کے حق میں دست دعا دراز کریں۔

کذاب کون؟ (مختصر تعارف) کتاب: القول الاحسن فی کشف زور الگھمن المعروف بہ ''کذاب کون؟'' مؤلف: محمد عامر فضیل مرکزی (جماعت ثامنہ) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو کذاب لکھنے والے دیوبندی الیاس گھمن کے کذب وفریب کی تردید میں چشم کشا کتاب مستطاب، جو ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

حلالہ وطلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ (مختصر تعارف) کتاب: حلالہ وطلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ مولف: مجتبیٰ رضا مرکزی (جماعت ثامنہ) ۱۰۸/صفحات پر مشتمل ایک جامع تحقیقی تصنیف ہے، جس میں حکومت، آر ایس ایس اور غیر مقلدین کے مشترکہ نظریے کو بے نقاب کرتے ہوئے حلالہ اور طلاقِ ثلاثہ کے شرعی وعقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

برکات اصحاب حضور ﷺ (مختصر تعارف) کتاب: برکاتِ اصحاب حضور ﷺ (جلد-ثانی) مؤلف: محمد انس رضا حامی (جماعت خامسہ) اس کتاب میں ۷۵/اصحابِ کرام کی سیرت بصورتِ سوال وجواب مذکور ہے۔ جن میں ۶۰/صحابہ اور ۱۵/ صحابیات رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ کتاب نسلِ نو کے لیے نہایت مفید اور کارآمد ہے۔

برکات تربیت (مختصر تعارف) کتاب: مصابیح الأجلال فی تربیۃ الأطفال المعروف ''برکاتِ تربیت'' مصنف: محمد انس رضا حامی کتاب تربیتِ اولاد کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے والی بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے، جو ۱۸۲/صفحات پر مشتمل ہے۔

تجارت سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں (مختصر تعارف) کتاب: تجارت سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں مؤلف: محمد ریحان مرکزی (جماعت ثامنہ) اس میں تجارت کا شرعی طریقہ بیان کیا گیا ہے اور بازار میں مختلف قسم کی خامیوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے تاکہ عوام ان سے بچیں اور آخرت میں نجات پائیں۔

رسومات شادی شریعت کی نظر میں (مختصر تعارف) کتاب: رسومات

شادی شریعت کی نظر میں مؤلف: محمد تنویر رضا قادری رضوی مرکزی (جماعت ثامنہ) کتاب میں ازدواجی زندگی سے متعلق شرعی احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ نکاح کے فوائد و برکات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تقریبات نکاح میں ہونے والے ناجائز رسومات و خرافات کی تردید بھی کی گئی ہے۔

فرضی مزارات اوران کی تباہ کاریاں (مختصر تعارف) کتاب: فرضی مزارات اوران کی تباہ کاریاں خامہ فرسائی: محمد توصیف رضا مرکزی (جماعت ثامنہ) ٦٤ رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں دورِ حاضر کا فتنہ فرضی مزارات اوران کے تباہ کن نتائج کو مختصر مگر جامع انداز میں، مستند حوالوں کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس فتنے بچیں اور جائز ناجائز کی تمیز کرسکیں۔

بدگمانی کی مذمت (مختصر تعارف) کتاب: بدگمانی کی مذمت قرآن واحادیث کی روشنی میں مؤلف: سید محمد تحسین رضا مرکزی (جماعت ثامنہ) یہ ایک فکری اور اصلاحی رہنما کتاب ہے، جس میں قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور بزرگوں کے اقوال سے بدگمانی کے نقصانات اوراس کے مضر اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ بدگمانی نہ صرف گناہ ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ، تعلقات میں دوری اور دلوں میں کدورت پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ یہ کتاب ٩٨ رصفحات پر مشتمل ہے۔

بحمدہ تعالیٰ بزرگان دین کے فیوض و برکات اور طالبانِ علوم نبویہ کی دعاؤں سے حقیر فقیر سراپا تقصیر راقم الحروف جسیم اکرم مرکزی غفرلہ المولی القدیر بھی اس سعادت سے بہرور ہوا اوراس موقع پر راقم الحروف کی دو کتابیں معرض وجود میں آئیں؛ ایک ''مہر بخشش ١٤٤٧ھ'' جو کہ ٤٨٨ رصفحات پر مشتمل ہے، مہر بخشش نعت ومنقبت تہنیت وتعزیت نیز دل آویز قطعات کا حسین مجموعہ ہے۔

ایسا مجموعہ جو ایک طرف قارئین کے مشام دماغ کو معطر کرتا ہے اور قلب میں عشق رسالت کی شمع فروزاں کرتا ہے وہیں دوسری طرف عقائد اہل سنت کو قالب شعر میں بیان کرکے قارئین کو وادی حسرت میں ڈال دیتا ہے۔

دوسری کتاب ''اربعین نکاح'' حضور ملا علی قاری رضی اللہ عنہ کا مایۂ ناز رسالہ ''رفع الجناح وخفض الجناح باربعین حدیثا فی النکاح'' کا سلیس اردو ترجمہ اور تشریح وتخریج ہے جو نکاح کے فضائل ومسائل، تربیت اولاد جیسے اہم موضوعات کو شامل ١٩٦ رصفحات پر مشتمل ہے، آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ ہمارے اساتذہ و طلبا کے علم، عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ کا جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سالہائے گزشتہ کی طرف امسال بھی تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ اور مدرسہ تاج الشریعہ مڑھورہ سارن کے زیر اہتمام اطراف وجوانب میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کیا گیا، یہ جلوس امسال بغیر DJ ساؤنڈ کے نہایت ہی مہذب اور منظم طور پر درود وسلام کے ساتھ عمل میں آیا، الحمدللہ! اس موقع پر محبت کے ساتھ بڑے لوگوں کو گلاب، چھوٹے بچے کو میٹھائی، قلم اور اسپتالوں میں مریضوں کو پھل وغیرہ تقسیم کیا گیا، وہیں محنت کش افراد مثلاً رکشہ، ٹھیلا اور آٹو ڈرائیوروں کو گمچھا پیش کیا گیا۔

ٹرسٹ کی عمدہ خدمات کے پیش نظر مخیر قوم وملت محمد حسین صاحب نے ''تاج الشریعہ اکادمی'' بنانے کے لئے ٹرسٹ کو پانچ کٹھا زمین دی، اس مبارک موقع پر پچاس کے قریب نوجوانوں نے عہد کیا کہ ہم اپنی شادی ڈی جے، آرکیسٹرا، ناچ گانا اور جہیز کے بغیر عمل میں لائیں گے۔

واضح ہو کہ تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ مڑھورہ بانی ٹرسٹ حضرت مولانا نثار احمد مصباحی صاحب کی سرپرستی میں ضلع سارن کے 28 مقامات پر بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتا ہے، ہر سال پانچ یا سات بچیوں کی شادی کے اخراجات اٹھاتا ہے، 19 مقامات پر جدید مساجد کی تعمیر کے فرائض بھی انجام دے رہا ہے، عید کے موقع پر تلاش کرکے یتیم بچے بچیوں کے لئے کپڑوں کا بھی انتظام کرتا ہے، مولیٰ تعالیٰ اسی طرح دینی کام لیتا رہے۔

رپورٹ: محمد حسنین رضا قادری

خادم: تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ، مڑھورہ، سارن

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

OCTOBER-2025
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.0
PER YEAR : ₹ 350.0

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Barei
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Kh